حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

جنوری تا اپریل 2016

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

جنوری تا اپریل 2016

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ وترتیب

جنید احمد

اظہر شاہ

رابعہ وسیم

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	vii
اداریہ	ix
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-61
I۔ زرعی مواد	1-19
زمین	1
پانی	9
بیج	14
کسان / مزدور	18
II۔ زرعی مداخل	19-23
قدرتی اور صنعتی زراعت	19
کھاد	20
زرعی مشینری	21
زرتلافی	21
زرعی قرضے	22
زرعی تحقیق	22
زرعی محصولات	22
III۔ غربت اور غذائی تحفظ	23-28
غربت	23
غذائی تحفظ	27

IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں	28-36
غذائی فصلیں	28
پھل سبزی	31
نقد آور فصلیں	35
V۔ تجارت	36-43
برآمدات	37
درآمدات	42
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	43-45
غذائی کمپنیاں	43
کھاد کمپنیاں	44
VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	45-48
مال مویشی	45
ماہی گیری	46
مرغبانی	48
VIII۔ ماحول	48-54
زمین	49
پانی	52
فضا	54
IX۔ موسمی تبدیلی	54-56
سبز معیشت	55
X۔ قدرتی بحران	56-58
خشک سالی	56
بارشیں	57

زلزلہ	58
XI۔ مزاحمت	58-60
زمین	58
انجمن مزارعین پنجاب	58
گندم کے کاشتکار	60
پانی	60
امدادی قیمت	60
XII۔ بیرونی امداد	61
یورپی امداد	61
عالمی بینک	61
ب۔ عالمی زرعی خبریں	62-71
I۔ زرعی مواد	62
بیج	62
II۔ زرعی مداخل	62-63
قدرتی اور صنعتی طریقہ زراعت	62
زرعی قرضے	63
III۔ غربت اور غذائی تحفظ	63
غربت	63
IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں	64-65
غذائی فصلیں	64
نقد آور فصلیں	64
V۔ تجارت	65-66
برآمدات	66

درآمدات	66
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	67-68
غذائی کمپنیاں	67
بیج کمپنیاں	67
VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	68
مال مویشی	68
ماہی گیری	68
VIII۔ ماحول	69
فضا	69
IX۔ موسمی تبدیلی	69-70
کاربن اخراج	69
عالمی حدت	69
X۔ قدرتی بحران	70-71
زلزلہ	70
خشک سالی	70
برف باری	71
طوفان	71
XI۔ مزاحمت	71

مخففات

ABARES	Australian Bureau of Agricultural and Resource Economics and Sciences
ADB	Asian Development Bank
AusAID	Australian Agency for International Development
BDA	Balochistan Development Authority
BISP	Benazir Income Support Program
BoR	Board of Revenue
CBN	Cost of Basic Needs
CCP	Competition Commission of Pakistan
CDA	Capital Development Authority
CWC	Central Water Commission
DAP	Diammonium Phosphate
DCO	District Coordination Officer
DHA	Defense Housing Authority
DPP	Department of Plant Protection
ECC	Economic Coordination Committee
EPA	Environmental Protection Agency
FAO	Food and Agriculture Organization
FEI	Food Energy Intake
FFBL	Fauji Fertilizer Bin Qasim Limited
FIA	Federal Investigation Agency
FIEDMC	Faisalabad Industrial Estate Development and Management Company
FML	Fauji Meat Limited
FNSEA	Fédération Nationale des Syndicats d'Exploitants Agricole
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry
HAD	Hyderabad Development Authority
HRCP	Human Rights Commission of Pakistan
IDA	International Development Association
IFANCA	Islamic Food and Nutrition Council of America
IFPRI	International Food Policy Research Institute
IMF	International Monetary Fund
IP	Intellectual Property
IRSA	Indus River System Authority
LNG	Liquified Natural Gas
LPH	Livelihood Program Hindukush
MKS	Magnus Kahl Seeds
MSA	Maritime Security Agency
NARC	National Agriculture Research Centre

NBP	National Bank of Pakistan
NDMA	National Disaster Management Authority
NFML	National Fertilizer Marketing Limited
NHA	National Highway Authority
OIE	World Organization for Animal Health
OPP	Orangi Pilot Project
Pak-EPA	Pakistan Environmental Protection Agency
PAMA	Pakistan Automotive Manufacturers Association
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PCGA	Pakistan Cotton Ginners' Association
PCSIR	Pakistan Council of Scientific and Industrial Research
PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PHA	Pakistan Halal Authority
PIA	Pakistan International Airlines
PJMA	Pakistan Jute Mills Association
PNAC	Pakistan National Accreditation Council
PPA	Pakistan Poultry Association
PPAF	Pakistan Poverty Alleviation Fund
PQA	Port Qasim Authority
PRRO	Protracted Relief and Recovery Operation
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAGP	Sindh Agricultural Growth Project
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SEPA	Sindh Environmental Protection Agency
SSC	Sindh Seed Corporation
SUCCESS	Sindh Union Council and Community Economic Strengthening Support
TCP	Trading Corporation of Pakistan
TDAP	Trade Development Authority of Pakistan
TPP	Trans-Pacific Partnership
UAF	University of Agriculture, Faisalabad
USAID	United States Agency for International Development
UVASL	University of Veterinary and Animal Sciences, Lahore
WAPDA	Water and Power Development Authority
WASA	Water and Sanitation Agency
WFP	World Food Program
WHO	World Health Organization
WTO	World Trade Organization

اداریہ

حالِ احوال سیاسی و معاشی پس منظر میں زرعی شعبے میں جاری پالیسی سازی، اقدامات اور دیگر پیش رفت پر شائع ہونے والی خبروں کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ یہ خبریں تین انگریزی اخبارات ڈان، دی ایکسپریس ٹریبیون اور بزنس ریکارڈر سے منتخب کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بوقت ضرورت مضمون اور خبر کی اہمیت کے پیش نظر اخبار دی نیوز کی خبریں بھی شامل کی جاتی ہیں۔

زرعی پیداوار کے لیے زرعی مواد کلیدی کردار رکھتا ہے۔ اس حوالے سے جنوری تا اپریل کی خبروں کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ زمین اور پیداوار سے جڑی ضروریات مثلاً پانی، بیج، کھاد و دیگر اشیاء پر اجارہ داری اور قبضے کے لیے مختلف گروہوں کے درمیان رسہ کشی جاری ہے۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پی ای سی) پاکستانی تاریخ کا غیر ملکی امداد سے چلنے والا سب سے بڑا ترقیاتی پروگرام ہے اور اس وقت ''قومی مفاد'' میں سرفہرست ہے جسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دیہی اور شہری زمین پر بدستور قبضہ جاری ہے۔ کئی شہروں میں سڑکوں کے تعمیری منصوبے شروع کیے جارہے ہیں جن کی حفاظت اور تعمیر کے لیے سرکار زمینیں اپنی تحویل میں لے رہی ہے۔ پنجاب فارسٹ ایکٹ 1927 میں ترمیم کر کے حکومت پنجاب کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ جنگلات کی زمین اب ''قومی مفاد'' میں دیگر مقاصد کے لیے بھی استعمال کرسکتی ہے۔ ملکی اشرافیہ اور سرمایہ دار حکومت کے کاروباری مفادات بھی قومی مفاد کی چھتری تلے پھل پھول رہے ہیں۔ کراچی کے قدیم گوٹھوں کے غریب مکین ہوں یا فیصل آباد کے کسان، تفریحی منصوبوں، جدید رہائشی کالونیوں کے نام پر بیدخل کیے جارہے ہیں۔

سی پی ای سی منصوبے پر بلوچستان، سندھ اور خیبر پختون خواہ میں حکومتی اور عوامی سطح پر شدید تحفظات پائے جاتے ہیں جن کا اظہار ایوانوں میں تواتر سے جاری ہے لیکن سنوائی دونوں کی نہیں! عوام اور خواص میں گہری ہوتی تفریق کے درمیان عوامی گروہوں کی جانب سے زمین کے منصفانہ بٹوارے کا

مطالبہ ہنوز جاری ہے اور دوسری طرف عدلیہ ناانصافی کی بنیاد پر زمینی ملکیتی حقوق برقرار رکھنے پر قائم ہے۔ عالمی بینک کے حکم پر زمینی ملکیت کے اعداد وشمار کا کمپیوٹرائزڈ اندراج جاری ہے۔ یہ منصوبہ بھی عوام کے لیے پریشانی کا باعث ہے کیونکہ ان معاملات میں شفافیت اور منصفانہ فیصلوں کی اس ملک میں تاریخی طور پر قلت رہی ہے، متعلقہ محکمے اعداد وشمار کے کمپیوٹرائزڈ اندراج کو کئی بار ناقص قرار دے چکے ہیں۔

پائیدار زراعت کے لیے زمین کے علاوہ بیج کا کلیدی کردار ہے۔ بین الاقوامی ادارے، سرکاری ادارں کے تعاون سے پاکستانی منڈی میں بین الاقوامی کمپنیوں کے تیار کردہ ہائبرڈ اور جینیاتی بیج کی رسائی ممکن بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ حالانکہ موسمی تبدیلی کے نتیجے میں ہونے والی تباہی میں مقامی دیسی بیج بہتر قوت مدافعت رکھتا ہے لیکن ان کاروباری مفادات کا کیا کیا جائے کہ جن کے تحفظ کے لیے حکومت قومی، بلخصوص کسانوں کے فوائد کو یکسر نظرانداز کردیتی ہے۔ حقائق آپ کے سامنے ہیں، خود بین الاقوامی کمپنیاں یہ دعوی کررہی ہیں کہ وزارت موسمی تبدیلی کی جانب سے انہیں مکئی کے جینیاتی بیج کی فروخت کی اجازت دے دی گئی ہے جبکہ اس طرح کی جینیاتی اشیاء کی اجازت دینے والا مجاز ادارہ بائیوسیفٹی سینٹر فی الوقت فعال ہی نہیں۔ بین الاقوامی کمپنیوں کے کاروباری مفادات کے تحفظ اور فروغ کے لیے ہی ڈبلیو ٹی او کے ٹرپس معاہدے کے تناظر میں سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے کابینہ ڈویژن نے پلانٹ بریڈرز رائٹس بل 2015 منظور کرلیا ہے۔

یہ سب کچھ ان حالات میں ہورہا ہے کہ جب آبپاشی نظام شدید بحران سے دوچار ہے۔ زمینی اعداد وشمار کے ناقص اندراج جیسی حکمت عملی ہی آبپاشی نظام کو ''بہتر'' بنانے میں بھی نظر آتی ہے۔ یہ خبر حکومتی ترجیحات کو صاف ظاہر کرتی ہے کہ ''تمام آبی منصوبوں کے لیے 31 بلین روپے مختص کیے گئے ہیں جبکہ سڑکوں کی تعمیر کے لیے 185 بلین روپے مختص کیے گئے ہیں''۔

حکومت کی جانب سے کسان طبقے کے لیے کوئی ''تعاون'' نظر آتا ہے تو وہ کھاد کی قیمتوں میں کمی اور قرضوں کی سہولت کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ان اقدامات سے یقیناً کھاد کی کمپنیوں کو فائدہ ضرور پہنچے گا کیونکہ حکومت کھاد پر دی جانے والی زرتلافی کی رقم براہ راست کمپنیوں کو ادا کرے گی اور کسان سستی کھاد منڈی سے حاصل کرینگے۔ دوسرے لفظوں میں کمپنیوں کو کوئی نقصان نہیں ہوا سارا بوجھ

سرکاری خزانے پر پڑا اور زرعی زمین اس کیمیائی زہر کو ستا کر کے مزید بانجھ پن کی طرف دھکیل دی گئی۔ یہی کچھ ٹریکٹر اور زمین ہموار کرنے والے لینڈ لیولر کی قیمت میں کمی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ حکومت کی جانب سے دی جانے والی قرض کی سہولیات چھوٹے کسانوں کے لیے بہت فائدہ مند نہیں جو پہلے ہی قرض میں ڈوبا ہوا ہے اور قرض واپس کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ ''قرض کے فوائد'' صرف بڑے کسان اور جاگیردار طبقے کو پہنچ سکتے ہیں جو ان قرضوں کو باآسانی حاصل کرسکتے ہیں جبکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہی بااثر طبقہ زرعی ٹیکس دینے سے بدستور کنارہ کشی کیے ہوئے ہے۔ قرضوں کی سہولت سے فائدہ اٹھا کر باحیثیت طبقہ پیداواری چکر میں مزید تیزی لاکر زیادہ منافع کماسکتا ہے لیکن چھوٹے اور بے زمین کسان کے لیے مہنگے کیمیائی مداخل اور مشینری کا استعمال محتاجی اور قرض کے راستے ہیں۔ حکومت کی جانب سے کیمیائی صنعتی زراعت کے فروغ کے نتیجے میں مہنگائی اور غربت میں اضافے کے علاوہ ماحول مزید تباہی کا شکار ہے۔ دیکھنے میں آرہا ہے کہ امریکہ اور بھارت جیسے ملکوں میں بھی قدرتی نامیاتی اشیاء اور نامیاتی کھاد کو فروغ دیا جارہا ہے لیکن پاکستان اب تک ایسی ماحول دوست روش سے محروم ہے۔

جنوری تا اپریل کی خبریں پاکستان میں بڑھتی ہوئی بھوک کی نشاندہی کررہی ہیں۔ المیہ ہے کہ نقل و حمل اور آمد و رفت کے لیے اورنج لائن میٹرو ٹرین اور موٹروے جیسے اربوں روپے کے منصوبے تیزی سے تکمیل کی طرف بڑھ رہے ہیں (جن کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان منصوبوں کی تفصیلات عوام سے پوشیدہ رکھی جارہی ہیں) لیکن تھرپارکر جہاں بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کی اشد ضرورت ہے تاحال حکومتی توجہ سے محروم ہے۔ گوکہ پاکستانی عوام کی بڑی تعداد کے لیے بھوک، غربت اور روزمرہ کی دیگر تکالیف تذلیل کا باعث ہیں لیکن تھرپارکر کے عوام کئی سال سے بھوک اور طبی سہولیات تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سخت ترین حالات کا سامنا کررہے ہیں۔ ارباب اختیار کا ظلم اور نااہلی ان کے اقدامات اور مضحکہ خیز بیانات سے عیاں ہوتی ہے۔ ایک حکومتی ادارہ غربت پر اعداد وشمار حاصل کرنے کے نئے طریقے مرتب کررہا ہے تو اسی حکومت کا ایک وزیر اس طریقہ کار کو مسترد کررہا ہے۔ حکومتی ادارہ کہتا ہے پاکستان میں 59 ملین غریب ہیں جبکہ وفاقی وزیر لیفٹننٹ جنرل ریٹائرڈ عبدالقادر بلوچ فرماتے ہیں کہ ملک میں 29 ملین افراد خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ بہتر پالیسی سازی کے لیے اعداد و شمار

نہایت اہم ہوتے ہیں اور اگر حکومت کو بنیادی حقائق کا ہی ادراک نہیں تو آگے کی حکمت عملی یقیناً اس نااہلی کا شکار ہوگی جو اکثر حکومتی شعبوں میں بالکل واضح ہے۔ عوام کی تکلیف اور اس پر ہونے والے ظلم سے اس درجہ غفلت اور غیر ذمہ داری حکمرانوں کے لیے باعث شرم ہے۔ ملک میں بھوک اور غذائی کمی سنگین حدوں کو چھو رہی ہے تو پھر فاضل گندم کے ذخائر جنہیں حکومت فروخت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرچکی، بھوک سے بے حال عوام کو مفت کیوں نہیں فراہم کردیتی؟ بجائے اس کے کہ تاجروں کو گندم برآمد کرنے کے لیے زرتلافی دے۔

سماجی کارکنان شہروں میں کم اجرت، بڑھتی ہوئی بھوک اور غربت، خصوصاً دیہات میں غربت اور بے زمینی جیسے سنگین استحصال کی وجوہات کو چند افراد کے وسائل پر قبضے اور نیولبرل ازم کی پالیسوں کے فروغ سے جوڑ رہے ہیں۔ آزاد تجارت، آزاد منڈی وہ لائحہ عمل ہے جس نے نچلے طبقہ کے لیے بہتر زندگی کے مواقع کم سے کم کردیے ہیں۔ امریکہ آزاد تجارت زبردستی لاگو کرانے میں پیش پیش ہے اسی لیے یہ خبر باعث حیرت نہیں کہ امریکہ جیسے امیر ترین سرمایہ دار ملک میں بھی غربت کی واضح شکل نظر آرہی ہے جہاں 17 فیصد بچے غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

غذائی فصلیں چھوٹے اور بے زمین کسان کے لیے اس کے غذائی تحفظ اور روزی کے حصول کے لیے اہم ترین ہیں۔ اس سال تاجروں کو بڑھ چڑھ کر زرتلافی دی گئی لیکن گندم کی پچھلے سال کی امدادی قیمت کو ہی برقرار رکھا گیا۔ اس پر مزید ستم یہ کہ ہر سال کی طرح باردانہ ناپید تھا، بااثر زمیندار اور تاجر حضرات نے باردانہ غیر قانونی طریقوں سے حاصل کیا اور چھوٹے کسان گندم امدادی قیمت سے کم پر کھلی منڈی میں فروخت کرنے پر مجبور کردیے گئے۔ اس طرح تاجر طبقے کو گندم کی قیمت 1,300 روپے فی من حاصل ہوئی اور سخت ترین محنت کے باوجود کسان صرف 1,100 سے 1,150 روپے فی من قیمت پر گندم منڈی میں فروخت کرپایا۔ ایسی ہی بدعنوانیاں یقیناً غربت میں اضافے کی وجہ بنتی ہیں۔

ایک طرف کسان سرکار اور بااثر طبقہ کے جبر سے بدحال ہے اور دوسری طرف موسمی تبدیلی اور کیمیائی زراعت سے فصلوں پر حملہ وبال جان ہے۔ آم، کینو اور کپاس کی فصلیں ان ہی وجوہات کی بدولت کم پیداوار کی شکار ہیں۔ اگر کہیں پیداوار مناسب ہونے کے امکانات ہوں تو سرکار کا سارا زور

اسے برآمد کرنے کی ترکیبوں پر نظر آتا ہے۔ گلگت بلتستان میں پھل ضائع ہونے کا افسوس اس لیے کیا جارہا ہے کہ پاکستان کا حصہ پھل برآمد کرنے والے ممالک میں ''انتہائی معمولی'' ہے۔ جس ملک کے عوام بھوک اور شدید غذائی توانائی کی قلت کا سامنا کررہے ہوں وہاں پھل کی عوام تک رسائی بڑھانی چاہیے یا اسے برآمد کرنے کے لیے منصوبہ بندی؟ نت نئے پودے اور بیج درآمد کیے جارہے ہیں۔ ایک طرف یہ منصوبے بھی بدعنوانی کا شکار ہیں اور دوسری طرف بڑی بڑی بیج کی کمپنیاں دیہی پیداوار میں اپنا کردار مضبوط کرنے کے لیے پبلک پرائیوٹ پارٹنرشپ کو فروغ دے رہی ہیں۔ بین الاقوامی امداد فراہم کرنے والے ادارے مثلاً عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت (FAO) اور امریکی امدادی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) بھی دیوہیکل زرعی کمپنیوں کے لیے پاکستان میں ان کے تیار کردہ ہائبرڈ بیج کے استعمال کو زور شور سے فروغ دینے میں مشغول ہیں۔ اس کے علاوہ سرکار بھی خوراک اور کسان کی خود مختاری کو فروغ دینے کے بجائے غیرملکی سرمایہ دار طاقتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے ہوئے بین الاقوامی بیج کمپنیوں کے نا صرف ہائبرڈ بلکہ جینیاتی بیج بھی منڈی میں عام کرنے پر کمربستہ ہے۔ یعنی آنے والے سالوں میں کسان اگر متحد ہوکر بیج پر قبضے کے خلاف نہیں کھڑے ہوجاتے تو یوں نظر آتا ہے کہ زرعی سرمایہ دار کمپنیاں اس شعبے پر قابض ہوجائیں گی۔

زرعی پیداوار سے ہی جڑے شعبے مال مویشی اور دودھ کی پیداوار کے شعبے پر بھی اب سرکار اور سرمایہ کار دونوں کی نظر ہے۔ ایک طرف دودھ کو دیر تک محفوظ رکھنے کے لیے سرد خانوں کی تدبیر اپنائی جارہی ہے اور دوسری طرف پاکستانی گوشت کے معیار کو سراہتے ہوئے گوشت برآمدات کے لیے پیش کیا جارہا ہے اور ساتھ ساتھ دیگر حلال اشیاء کی برآمداد پر بھی غور وفکر نمایاں ہے۔ مال مویشی کے شعبے میں پیداوار بڑھانے کے لیے اب عورتوں کو بھی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ ماہی گیری کے شعبے کو بھی انہی خطوط پر فروغ دیا جارہا ہے۔

کسان کے استحصال کا اندازہ نقد آور فصلوں کی پیداوار اور منڈی میں فروخت کے طریقہ کار سے لگایا جاسکتا ہے۔ گنے کی امدادی قیمت کے حوالے سے سندھ حکومت کا کردار مجرمانہ ہے جس نے باقی صوبوں کے مقابلے گنے کی امدادی قیمت انتہائی کم طے کررکھی ہے باوجود اس کے کسان گزشتہ کئی سالوں

سے اس مسئلہ پر سخت احتجاج کر رہے ہیں۔ پنجاب میں بھی سرکار کی نااہلی اور کیمیائی زراعت کے فروغ پر بھرپور توجہ کی وجہ سے کسانوں کو کپاس کی فصل پر شدید مالی نقصان اٹھانا پڑا، یہاں تک کے کسانوں نے زمین اور جانور بیچ کر قرضہ ادا کیا۔

یہ نقطہ اہمیت کا حامل ہے کہ پاکستان کی معیشت زرعی پیداوار پر انحصار کرتی ہے لیکن کئی اہم فصلیں جن میں کپاس، آم، کینو اور سورج مکھی شامل ہیں پیداوار میں مستقل کمی کی شکار ہیں۔ یہ خیال رہے کہ ایک طرف کیمیائی طریقہ زراعت سے پیداوار مستقل گھٹ رہی ہے اور دوسری طرف موسمی تبدیلی کی وجہ سے سمندر زرعی زمین نگل رہا ہے۔ کسان کو درپیش مسائل کے حل کے لیے سرکار سست نظر آتی ہے اور عوام میں بھوک کو بھی یکسر نظر انداز کر رہی ہے پر زرعی تجارت خصوصاً زرعی اشیاء کی برآمد پر پیش رفت کافی تیز ہے۔ ایک طرف چینی کی برآمد پر زرتلافی دی جارہی ہے۔ دوسری طرف سرکاری اہل کار چاول کی برآمدات کے لیے کئی ''دروازے'' کھٹکا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان کے لیے چین اور متحدہ عرب امارات زرعی اشیاء ومصنوعات کی برآمدات کے لیے اہم منڈیاں ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر ممالک، جنھیں مصنوعات برآمد کی جاسکیں، کی نشاندہی کی جارہی ہے۔ ان ممالک میں روس اور ایران کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ جہاں برآمدات کو اس قدر اہمیت دی جارہی ہے وہاں یہ نقطہ اہم ہے کہ غیر ملکی منڈیوں پر انحصار ملکی معیشت کے لیے مزید مسائل پیدا کرسکتا ہے۔ مثلاً اس سال سعودی عرب نے پاکستان سے جھینگے کی برآمد پر پابندی عائد کردی ہے۔ پچھلے کچھ سالوں سے یہی کچھ آم کی برآمد کے ساتھ جاپان اور امریکہ نے بھی کیا تھا۔

برآمدات کے ساتھ ساتھ درآمدات بھی جاری ہیں۔ خاص کر کپاس کی پیداوار میں شدید نقصان کے بعد کپاس کی درآمد میں اضافہ دیکھا گیا۔ اسی طرح ایسی دیگر زرعی اشیاء مثلاً چائے اور سویابین کی درآمد میں اضافہ ہوا ہے۔ قابل غور نقطہ یہ ہے کہ بلوچستان کے کاشتکاروں نے ملک میں ایران سے سیب اور دیگر پھلوں اور سبزیوں کی قانونی اور غیرقانونی درآمد پر احتجاج کیا ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ اگر ایران نے پاکستانی چاول اور کینو کی درآمد پر پابندی لگائی ہے تو پاکستان کو بھی کچھ ایسی ہی ترکیب کرنی چاہیے۔ اگر برآمدات ہمارے کسانوں کے لیے پریشانی کا باعث ہیں تو سوچنا چاہیے کے کیا

پاکستانی برآمدات بھی ان ممالک کے کسانوں کے لیے پریشانی کا باعث ہیں جہاں جہاں ہماری زرعی اشیاء بھیجی جارہی ہیں؟ عجب ہے کہ کسان و ماہی گیر کے ہاتھوں سے اشیاء تو ہر ملک جاسکتی ہیں لیکن یہی طبقہ اگر روزی کی تلاش میں سرحد پار کرجائے تو جیل و قید مقدر بن جاتی ہے۔ پاکستان اور بھارت دونوں طرف کے ماہی گیر غلطی سے اپنی سرحدوں سے آگے آجاتے ہیں اور پھر مجرم بن کر، قید و بند کی زندگی بسر کرتے ہیں اور کئی سالوں تک گھر واپس نہیں لوٹتے۔

ایک طرف کسان و ماہی گیر کی بدحالی کی خبریں ہیں تو دوسری طرف بڑی بڑی کمپنیوں کا بڑھتا ہوا منافع ہے۔ دونوں ہی، یعنی پاکستانی اور بین الاقوامی کمپنیوں کے کاروبار میں منافع کی شرح میں اضافہ بتایا جارہا ہے۔ ان کمپنیوں میں کھاد، ٹریکٹر اور غذائی کمپنیاں شامل ہیں۔ نیسلے اور اینگرو فوڈز نے پچھلے سال (2014) کے مقابلے 2015 میں منافع کی شرح میں اضافے کا اقرار کیا ہے۔ نیسلے کے مطابق اس نے 2015 میں پانچ فیصد اضافے کے ساتھ 8.76 بلین روپے خالص منافع کمایا ہے جبکہ اینگرو فوڈز کے دسمبر 2015 میں ختم ہونے والے سال میں بعد از ٹیکس منافع میں 122 فیصد اضافہ ہوا۔ یہ لکھنا غلط نہ ہوگا کہ یہ کمپنیاں جو اشیاء بناتی ہیں وہ کسان کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ ڈبہ بند دودھ ہو، آئسکریم، دہی یا دیگر جو بھی مصنوعات ہوں وہ کسان کی انتھک محنت کا نتیجہ ہیں لیکن کمپنیوں کے منافع میں تو ہوشربا اضافہ نظر آتا ہے جبکہ کسان اور دیہی آبادیاں قرض، بھوک اور غربت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

پاکستان موسمی تبدیلی سے ہونے والی تباہیوں سے شدید متاثر ہے۔ اس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلے 30 سالوں میں سمندر 2.2 ملین ہیکٹر زمین اپنے اندر سمو چکا ہے۔ دھوئیں اور دھند کی آمیزش سے سماگ (smog) بڑھتی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ بڑھتی ہوئی پانی کی قلت کی وجہ سے شیشم کے درختوں کو بھی خطرات لاحق ہیں۔ سائبیریا سے پاکستان ہجرت کرنے والے پرندوں میں تیزی سے کمی ہوتی نظر آرہی ہے۔ ایک برطانوی ماہر جنگلی حیات کا کہنا ہے کہ موسمی تبدیلی اور درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے دنیا کے کئی جانور اور پرندے اپنی جگہوں سے منتقل ہورہے ہیں۔ یہ تباہ کاری ناصرف پاکستان بلکہ ساری دنیا میں سرمایہ داری نظام کی مرہون منت ہے۔ حکومت پاکستان نا کہ ان مسائل کا حل نکالے مزید تباہی میں اپنا حصہ بھی ڈال رہی ہے۔ معدوم ہوتے پرندے تلور کے شکار میں

سرکار خود ہاتھ بٹاتی نظر آ رہی ہے، حد یہ ہے کہ ادارہ تحفظ ماحولیات عوامی باغات کی جگہ پر غیر قانونی بجلی گھر بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ سڑکوں کو وسیع کرنے کے لیے موسمی تباہی کا مقابلہ کرنے کا اہم ذریعہ درختوں کو بے دریغ کاٹا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ، جیسے کہ پہلے بتایا گیا، جنگلات کے قوانین میں بھی ترمیم کر دی گئی۔

ان تمام حالات کے ہمارے عوام اور ماحول پر شدید اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کی تعداد میں کمی کے باعث شہد کی پیداوار میں واضح کمی آئی ہے۔ کئی پھل متاثر ہو رہے ہیں جن میں آم، سیب اور بادام جیسے اہم پھل بھی شامل ہیں۔ زمینی کٹاؤ اور گھٹتی ہوئی پیداوار کا ذکر پہلے ہی ہو چکا۔ واضح رہے کہ ان حالات کی خبریں دنیا بھر سے موصول ہوتی ہیں جیسے کہ بھارت میں موسمی تبدیلی کی وجہ سے گندم کی پیداوار میں کمی ایتھوپیا میں شدید خشک سالی!

ان سب مسائل کے بعد حکومت کے اقدامات کیا نظر آتے ہیں؟ برآمدات اور آزاد تجارت پر مبنی سرمایہ کاری! گلوبلائزیشن کے تحت لاگو کی جانے والی نیو لیبرل پالیسیاں یقیناً عروج پر ہیں۔ اس کا کھلا ثبوت ہے کہ ڈبلیو ٹی او کے تحت ہونے والے دوحہ مذاکرات کو بغیر کسی رسمی گفت وشنید کے نیروبی میں ڈبلیو ٹی او کے وزارتی اجلاس میں یکسر ختم کر دیا گیا۔ دوحہ مذاکرات غریب ممالک کے لیے ایسی تجاویز پیش کر رہے تھے جو ان ممالک کی ترقی کی ضامن ہوتیں اور آزاد تجارت کی سخت پالیسیوں میں کچھ رکاوٹ پیدا کرتیں۔ جہاں زرعی زمین گھٹتی جا رہی ہو، موسمی تبدیلی سے پیداوار، آب و ہوا، چرند و پرند سب تباہی کے دہانے پر کھڑے ہوں، عوام بھوک اور غربت سے بدحال ہو، وہاں شدت سے ضرورت ہے کہ سرکار کوئی اور راستہ منتخب کرے جس میں عوامی فیصلہ سازی کو اولین قرار دیا جائے۔

توانائی کے بحران کے لیے سبز معیشت پر مبنی ٹیکنالوجی کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ کہیں شمسی توانائی اور کہیں پن بجلی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ توانائی کے یہ ذرائع رکازی ایندھن سے کئی گنا بہتر ہیں پر یہ خیال رہے کہ اس طریقہ کار میں بھی زمین اور پانی کا بے تحاشہ استعمال ہوتا ہے اور یہ ٹیکنالوجی سرمایہ دار ممالک کے لیے مزید منافع کے حصول کے لیے کسی سنہری چڑیا سے کم نہیں۔ کیا یہ سارے منصوبے عوام کے لیے ہیں؟ یا پھر سرمایہ کاری کرنے والے سرمایہ دار گروہوں کے اختیارات اور

منافع کی منڈی مزید چمکانے کے لیے؟ بین الاقوامی کمپنیاں ذہنی ملکیت کے قانون کو منافع کمانے کا اولین طریقہ سمجھتی ہیں اور اب جتنی بھی نئی ٹیکنالوجی متعارف کروائی جائے گی اس پر ذہنی ملکیتی حقوق کی مد میں بڑے پیمانے پر معاوضہ حاصل کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی بیج کمپنی مونسانٹو نے اپنی رائلٹی (ذہنی ملکیتی حقوق استعمال کرنے کے معاوضے) کی کٹوتی پر بھارت سے نکل جانے کی دھمکی دے دی ہے۔

اگر گزشتہ صفحات میں مذکور ان سب ترقیاتی منصوبہ بندی پر عوامی ردعمل کا جائزہ لیں تو واضح ہے کہ گلگت بلتستان کے نوجوان سیاسی و معاشی حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں اور کہیں لاہور میں بنائی جانے والی اورنج لائن میٹرو ٹرین کے خلاف لاہور کے شہری سراپا احتجاج ہیں۔ عوامی احتجاج پر حکومت کا کیا رد عمل ہے؟ افسوس کا مقام ہے کہ حقوق کے لیے اٹھائی گئی آوازوں کو سختی سے دبا دیا جاتا ہے۔ اس جبر کی ایک مثال انجمن مزارعین پنجاب ہے جو تقریباً 16 سال سے زمینی حقوق کے لیے جدوجہد کر رہی ہے اور ایک بار پھر سرکاری اور عسکری عتاب کے نشانے پر ہے۔ سرکار کا کہنا ہے کہ کسانوں پر قائم مقدمات کو "شفاف طریقے سے" نمٹایا جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ انجمن مزارعین پنجاب کے جنرل سیکریٹری کو بدستور حراست میں رکھا ہوا ہے۔ سو سال سے اس زمین پہ آباد کسان آبادیوں کو جن کے ہاتھوں بنجر زمین سرسبز بنی، اب زمین کے ملکیتی حقوق کے بجائے انہیں ہی زمین ٹھیکے پر دی جائے گی، یہ کسان حقوق کی پامالی کی بدترین مثال ہے۔ افسوس کہ کسانوں کی یہ حق تلفی قیام پاکستان سے ہی جاری ہے جب زمینی اصلاحات کی تجویز کو سختی سے مسترد کردیا گیا۔

کسان آبادیاں چاہے تیسری دنیا کی ہوں یا پہلی دنیا کی دونوں طرف بحران کا سامنا کر رہی ہیں۔ فرانس میں کسانوں کا احتجاج واضح کرتا ہے کہ سرمایہ داری پر مبنی نیولبرلزم کی پالیسیاں کسانوں کو بہتر روزگار سے محروم کرنے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔ یوں کہہ لیں کے سرکار ہر طرح کے احتجاج کے معاملے میں ایک ہی راستہ اختیار کرتی ہے اور وہ مزید ظلم و جبر کا ہی ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان تمام مسائل و تباہ کاریوں سے نمٹنے کے لیے عوامی مزاحمتیں ہی دراصل امید کی کرن ہیں۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی مواد

زمین

25 جنوری: ایک مضمون کے مطابق پاکستان وسیع ذرخیز زمین، بہتے دریا، ساحل اور معدنیات سے بھرے پہاڑ رکھتے ہوئے بھی بنیادی طور پر ایک خشک سرزمین ہے۔ کل 79.6 ملین ہیکٹر رقبے میں سے صرف 20 ملین ہیکٹر رقبہ زراعت کے لیے موزوں ہے۔ ملک کے گنجان آباد شہر بڑھتے ہوئے غذائی عدم تحفظ کی طرف اشارہ کررہے ہیں جس نے زراعت، جنگلات، زمین پر اور زیر زمین پانی کے ذخائر پر انتہائی منفی اثر ڈالا ہے۔ لاہور میں تیزی سے رہائشی منصوبوں کی تعمیر بڑے پیمانے پر زرخیز زرعی زمین اور زرعی پیداوار میں کمی کی وجہ بن رہی ہے۔ پاکستان کو ان بڑھتے ہوئے مسائل سے نمٹنے کے لیے فوری طور پر زمین اور زمینی وسائل سے متعلق اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ (ڈاکٹر عتیق الرحمان مقبول، ڈان، 25 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- پاکستان چین اقتصادی راہداری

4 جنوری: وزیراعظم نواز شریف کی جانب سے حال ہی میں بلوچستان میں پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبے کے تحت افتتاح کیے گئے ہائی وے کی تعمیر کا ٹھیکہ سب سے کم بولی دینے والی کمپنی کے بجائے دوسری کم ترین بولی دینے والی کمپنی کو دیا گیا جس سے قومی خزانے کو 650 ملین روپے کا نقصان ہوا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وزیراعظم نے 30 دسمبر کو مغربی راستے کی تعمیر کا افتتاح کیا حالانکہ اس وقت تک بولی کی منظوری کے حوالے سے کوئی باضابطہ دستاویز جاری نہیں کیے گئے تھے۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) کے حکام کا دعوی ہے کہ اتھارٹی نے ٹھیکہ ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) کے مقرر کردہ معیار کے مطابق دیا ہے جو منصوبے میں سرمایہ کاری کررہا ہے۔ (ڈان، 5 جنوری، صفحہ 3)

18 جنوری: پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبے پر سینٹ کی خصوصی کمیٹی نے کہا ہے کہ ترقیاتی منصوبوں کی مکمل تفصیلات فراہم نہیں کی گئیں ہیں اور فریقین کے درمیان عدم اعتماد پایا جاتا ہے۔ کمیٹی ارکان نے مغربی راستے سے متعلق معلومات کے فقدان کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ کمیٹی کو مغربی راستے کی موجودہ صورتحال سے آگاہ کیا

جائے۔ (ڈان، 19 جنوری، صفحہ 3)

15 مارچ: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے منصوبہ بندی و ترقی نے پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبے کے حوالے سے حکومتی پالیسی پر انتہائی سنجیدہ خدشات کا اظہار کیا ہے۔ سینٹ کمیٹی کو وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال تسلی بخش جوابات نہ دے سکے۔ کمیٹی کے چیئرمین سینٹر طاہر حسین مشہدی کا کہنا تھا کہ حکومت حقائق چھپارہی ہے جس سے خدشات پیدا ہورہے ہیں خاص طور پر سندھ، بلوچستان اور خیبر پختون خواہ کے لوگوں میں۔ کمیٹی کے چیئرمین نے وفاقی وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "منسٹر صاحب، آپ تمام کمیٹی اراکین کو مطمئن کرنے میں ناکام رہے ہیں کیونکہ آپ خود بھی راہداری منصوبے کے کئی معاملات میں غیر یقینی کا شکار ہیں"۔ (ڈان، 16 مارچ، صفحہ 16)

بلوچستان:

11 جنوری: وزیر اعلیٰ بلوچستان نواب ثناء اللہ زہری نے ایرانی صوبے سیستان بلوچستان کے گورنر علی اوسط ہاشمی سے ملاقات میں کہا ہے کہ گوادر اور چابہار جڑواں بندرگاہیں ہونگی۔ ایران کے ساتھ مل کر دونوں بندرگاہوں کے درمیان ریل کی پٹری بچھانا ہماری اولین ترجیح ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 12 جنوری، صفحہ 3)

3 فروری: وزیر اعظم نواز شریف نے آرمی چیف کے ہمراہ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبے میں شامل گوادر۔ تربت۔ حساب موٹروے ایم۔8 کا افتتاح کردیا۔ 13 بلین روپے لاگت کی 193 کلومیٹر طویل یہ شاہراہ ملک کے دیگر حصوں کو کوئٹہ اور سندھ سے منسلک کرے گی اور راہداری کے مغربی، مشرقی اور وسطی راستوں کو گوادر بندرگاہ سے ملائے گی۔ (ڈان، 4 فروری، صفحہ 1)

سندھ:

19 فروری: سندھ نے وفاق پر زور دیا ہے کہ وہ اقتصادی راہداری منصوبے میں حائل معاملات کو طے کرنے کے لیے مشترکہ مفادات کونسل کا اجلاس منعقد کرے۔ راہداری منصوبے پر خصوصی پارلیمانی کمیٹی کے اجلاس کے دوران وزیر خزانہ سندھ سید مراد علی شاہ نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت اجلاس منعقد کرکے واجبات کی ادائیگی کے مسائل اور راہداری منصوبے پر سندھ سمیت دیگر صوبوں کے تحفظات دور کرے۔ (ڈان، 20 فروری، صفحہ 5)

گلگت بلتستان:

10 مارچ: پیپلز پارٹی گلگت بلتستان اسمبلی میں مقامی لوگوں کے زمین پر ملکیتی حقوق کے لیے بل متعارف کروانے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ پیپلز پارٹی کا یہ ردعمل کچھ ہفتے پہلے گلگت بلتستان حکومت کی جانب سے ضلع دیامر میں وسیع علاقہ فوج کو دیے جانے کے بعد آیا ہے۔ حکومت نے فوج کو یہ زمین پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبے کی حفاظت یقینی بنانے کے لیے دی ہے۔ پیپلز پارٹی گلگت بلتستان کے صدر ایڈوکیٹ امجد حسین کے مطابق اگلے اجلاس میں بل اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ مجوزہ بل حکومت کی جانب سے دیہات کی مشترکہ زمین کے حصول کی صورت میں مقامی لوگوں کو حکومت کی طرف سے معاوضے کی فراہمی یقینی بنائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 11 مارچ، صفحہ 2)

1 اپریل: گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی میں حزب اختلاف کی جماعتوں نے شمالی علاقہ جات کے نوتور قانون (Northern Areas Nautor Rules 1978) کو منسوخ کرنے کے لیے گلگت بلتستان ولیج کومن لینڈ (شاملات دیہہ) ایکٹ 2016 جمع کرایا ہے۔ بل میں حکومت کی جانب سے پاکستان چین اقتصادی راہداری کی تعمیر کے لیے درکار شاملاتی زمین کے معاوضے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پیش کردہ بل کے مطابق 1978 کے قانون میں دیہات کی شاملاتی زمین پر مکینوں کا حق تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی گلگت بلتستان کے صدر امجد حسین ایڈوکیٹ کا کہنا ہے کہ تمام حزب اختلاف کی جماعتوں نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اقتصادی راہداری منصوبے کے لیے بلامعاوضہ ہزاروں ایکڑ زمین حاصل کرنے کے حکومتی فیصلے کی مخالفت کریں گی۔ (ڈان، 2 اپریل، صفحہ 7)

خیبر پختون خواہ:

31 دسمبر: وزیر اعلیٰ خیبر پختون خواہ پرویز خٹک نے اقتصادی راہداری منصوبے کے حوالے سے پارلیمانی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقات کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''میں خبردار کرتا ہوں اگر وفاقی حکومت نے اقتصادی راہداری منصوبے پر خیبر پختون خواہ کے تحفظات دور نہ کیے تو ہم انتہائی قدم اٹھائیں گے اور آپ (وفاق) دیکھیں گے کہ ہم کیا کرنے جارہے ہیں۔ ہمارا مطالبہ صاف ہے کہ 28 مئی کو اسلام آباد میں ہونے والی کل جماعتی کانفرنس کے فیصلے پر عمل کیا جائے اور مکمل راہداری بنائی جائے۔ ہمیں ہائی وے کی ضرورت نہیں''۔ انہوں نے مزید کہا کہ وفاقی حکومت کو چاہیے کہ وہ بلوچستان اور خیبر پختون خواہ جیسے پسماندہ صوبوں کو ترجیح دے

بجائے اس کے کہ سارے وسائل پنجاب کی طرف موڑ لے جو پہلے ہی ترقی یافتہ ہے۔ (ڈان، 1 جنوری، صفحہ 7)

پنجاب:

21 جنوری: حکومت پنجاب نے لاہور ہائی کورٹ کو آگاہ کیا ہے کہ لاہور اورنج میٹرو ٹرین منصوبہ پاکستان چین اقتصادی راہداری کا حصہ ہے اور یہ انتہائی نامناسب ہے کہ ایسے حساس منصوبے کی دستاویزات عدالت میں پیش کیے جائیں۔ قانون دانوں کے مطابق اس منصوبے میں بہت سی خامیاں ہیں۔ درخواست گزاروں کے مطابق منصوبہ شروع کرنے سے پہلے بجلی، گیس، پانی اور متبادل ٹریفک کا انتظام بالکل نہیں کیا گیا اور 365 بلین روپے کا یہ منصوبہ پنجاب اسمبلی سے بھی منظور نہیں کروایا گیا۔ (دی نیوز، 22 جنوری، صفحہ 10)

24 مارچ: پاکستان چین اقتصادی راہداری کے فعال ہونے کے بعد فیصل آباد ممکنہ طور پر بڑی ملکی اور بین الاقوامی کمپنیوں کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہوگا۔ اس منصوبے کی اہمیت کے پیش نظر فیصل آباد صنعتی کمپلکس کی 4,500 ایکڑ زمین فروخت ہوچکی ہے جس میں دنیا کی بڑی کمپنیاں اپنے دفاتر قائم کریں گی۔ فیصل آباد انڈسٹریل اسٹیٹ ڈیولپمنٹ اینڈ مینجمنٹ کمپنی (FIEDMC) نے صنعتی علاقے کو توسیع دینے کے لیے مزید زمین کی تلاش شروع کردی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 مارچ، صفحہ 11)

- زمینی قبضہ

گلگت بلتستان:

7 جنوری: اعلیٰ سرکاری افسر کے مطابق بھاشا ڈیم کی زمین کے حصول کے لیے 10 بلین روپے بجلی و پانی کے ترقیاتی ادارے واٹر اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (WAPDA) کو جاری کردیے گئے ہیں۔ WAPDA (واپڈا) نے متاثرین بھاشا ڈیم کو بروقت معاوضہ دینے کے لیے رقم گلگت بلتستان اور خیبر پختون خواہ کے کمشنروں کو منتقل کردی ہے۔ ڈیم کے لیے زیادہ تر زمین حاصل کرلی گئی ہے۔ ڈیم کے لیے درکار کل 37,500 ایکڑ زمین میں سے 18,500 ایکڑ زمین غیر سرکاری ہے۔ (ڈان، 8 جنوری، صفحہ 3)

سندھ:

16 جنوری: وزیر اعلیٰ سندھ نے صوبے میں معاشی ترقی اور متبادل توانائی کی پیداوار کے لیے 33 کمپنیوں کو 18,251 ایکڑ زمین دینے کا حکم جاری کر دیا ہے۔ 2,040 میگاواٹ بجلی کی پیداوار کے لیے شمسی اور ہوائی توانائی کے منصوبوں میں چار بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ (ڈان، 17 جنوری، صفحہ 18)

26 جنوری: وزیر جنگلات سندھ گیان چند اسرانی نے اسمبلی کو بتایا ہے کہ دریائے سندھ کے دونوں اطراف میں 108,560 ایکڑ زمین پر مختلف لوگوں نے کئی سالوں سے قبضہ کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبضہ کی گئی تقریباً تین چوتھائی زمین ٹھیاری، شہید بینظیر آباد، کشمور، خیرپور اور ٹھٹھہ ضلع میں ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں 17,000 ایکڑ زمین واگزار کرائی جا چکی ہے۔ (ڈان، 27 جنوری، صفحہ 18)

28 جنوری: قومی احتساب بیورو کے اعلیٰ افسر نے ادارہ ترقیات حیدرآباد (HDA) کی طرف سے رہائشی منصوبے کے لیے مختص کی گئی 2,800 ایکڑ زمین کا ریکارڈ قبضے میں لے لیا ہے۔ ادارے نے یہ رہائشی منصوبہ نجی شعبے کی شراکت سے جاری کیا تھا۔ (ڈان، 29 جنوری، صفحہ 19)

28 جنوری: وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ نے کہا ہے کہ وفاق پورٹ قاسم پر تجارتی سرگرمیوں کے لیے استعمال ہونے والی سندھ کی اضافی زمین اور سمندر سے حاصل کی گئی زمین پر سندھ حکومت کا حق تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سندھ حکومت راہداری منصوبے میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔ سندھ حکومت چاہتی ہے کہ وفاق پورٹ قاسم کے لیے دی گئی زمین پر سندھ کا حق تسلیم کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 جنوری، صفحہ 11)

19 اپریل: ڈان اخبار میں بحریہ ٹاؤن کراچی کی تعمیر کے لیے گڈاپ، کراچی کے قدیم گوٹھوں کے رہائشیوں کی جبری بیدخلی کے حوالے سے شائع ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اربوں روپے کے بحریہ ٹاؤن کراچی کی کامیابی اعلیٰ سیاسی شخصیات اور سرکاری حکام کی جانب سے قانونی خلاف ورزی کی مرہون منت ہے جو حقیقی مالکان کو زمین سے محروم کرنے کے لیے ریاستی طاقت استعمال کر رہے ہیں۔ 19 مارچ کو پولیس جمعہ موریو گوٹھ، ملیر میں بھاری مشینری

کے ساتھ پہنچی جس کا مقصد گاؤں کے کئی گھروں کو گرا کر بحریہ ٹاؤن کے لیے راستہ بنانا تھا۔ پولیس نے جلد اپنا کام ختم کیا اور دیہاتی بے کسی سے یہ سب دیکھتے رہ گئے جو جانتے تھے کہ یہاں ان کے لیے کوئی انصاف نہیں۔ 2006 سے 2013 اپنے قتل تک اورنگی پائلٹ پروجیکٹ (OPP) کی ڈائریکٹر پروین رحمان نے کراچی کے کئی گوٹھوں کا اندراج شروع کیا تھا جس میں گڈاپ کے بھی کئی گوٹھ شامل تھے۔ یہ اندراج گوٹھوں کی لیز یا قانونی حیثیت کے لیے پہلا اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے پروین رحمان کی موت کے بعد سے یہ سلسلہ معطل ہے جو کہا کرتی تھیں کہ ''ترقی کنکریٹ سے نہیں آتی انسانی ترقی سے آتی ہے''۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 1)

18 اپریل: سابق وزیر داخلہ سندھ اور پیپلز پارٹی کے منحرف رہنما ڈاکٹر ذوالفقار مرزا نے مطالبہ کیا ہے کہ سندھ بھر میں ہزاروں ایکڑ زمین الاٹ کیے جانے کی تحقیقات کی جائیں۔ انہوں نے سندھ میں بحریہ ٹاؤن منصوبوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ملک ریاض پورے سندھ کو اپنی کالونی بنانا چاہتے ہیں۔ بحریہ ٹاؤن منصوبوں کی وجہ سے کراچی کو پانی کی شدید قلت کا سامنا ہے۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 19)

19 اپریل: انسانی حقوق کمیشن پاکستان (HRCP) نے کراچی میں ملک کی سب سے بڑی تعمیراتی کمپنی کی جانب سے گڈاپ، کراچی میں زمینی قبضے کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ کمیشن نے حقیقی مالکان کو زمین سے محروم کرنے کے لیے ریاستی طاقت کے استعمال پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 2)

خیبر پختون خواہ:

3 جنوری: گلگت بلتستان اور خیبر پختون خواہ حکام سے کامیاب مذاکرات کے بعد کوہستان کے زمین مالکان نے 15 دنوں سے جاری احتجاج ختم کردیا۔ مظاہرین نے قراقرم ہائی وے پر ہربان کے مقام پر کیمپ بنا کر روزانہ دو گھنٹے گاڑیوں کی آمد و رفت معطل کرکے احتجاج کا آغاز کیا تھا۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ وہ 14 نکات تسلیم کیے جائیں جو 2014 میں واپڈا کے چیئرمین اور کمشنر ہزارہ نے قبول کیے تھے اور بسری سرحدی کمیشن کی رپورٹ عام کی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 4 جنوری، صفحہ 2)

14 جنوری: خیبر پختون خواہ میں پشاور کے نواحی علاقوں ساہی اور سفید سانگ کے زمین مالکان نے ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (DHA) کو رہائشی منصوبے کے لیے اپنی زرعی زمینیں دینے سے انکار کردیا ہے۔ دونوں دیہات کے کسانوں کا کہنا ہے کہ مجوزہ منصوبے کا مقصد مقامی آبادی کو دربدر کرنا ہے جس کی وہ ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ (ڈان، 15 جنوری، صفحہ 7)

پنجاب:

21 جنوری: پنجاب حکومت نے لاہور میں 32 بلین روپے کی لاگت سے ڈزنی لینڈ کی طرز پر تفریحی پارک بنانے کے لیے لینڈ ایکوزیشن ایکٹ 1894 کی دفعہ 4 کے تحت 650 ایکڑ زمین حاصل کرنے کا عمل شروع کردیا ہے۔ پارک چینی کمپنی اسلام آباد لاہور موٹروے کے ساتھ کالا شاہ کاکو کے قریب تعمیر کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 22 جنوری، صفحہ 5)

25 جنوری: پنجاب حکومت نے اورنج لائن میٹرو ٹرین منصوبے کے لیے مزید زمین حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ حکومت نے پہلے 165 کنال زمین لینے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا تھا لیکن حال ہی میں مزید 90 کنال زمین حاصل کرنے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے۔ منصوبے کے لیے درکار مزید زمین کی وجہ سے اس کے حصول کے لیے مختص لاگت 13.17 بلین روپے سے بڑھ کر 20 بلین روپے ہوگئی ہے۔ (ڈان، 26 جنوری، صفحہ 2)

6 فروری: مسلم لیگ ن کے رہنما خواجہ احمد حسان نے کہا ہے کہ حکومت پنجاب نے اورنج لائن میٹرو منصوبے کے متاثرہ خاندانوں کو معاوضے کی ادائیگی شروع کردی ہے۔ 2,400 میں سے 700 دعووں (claims) پر معاوضہ دیا جاچکا ہے۔ حکومت نے معاوضے کی ادائیگی کے لیے 20 بلین روپے مختص کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 فروری، صفحہ 5)

- زمینی اصلاحات

1 جنوری: زمینی اصلاحات کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون کے مطابق 1990 میں سپریم کورٹ کے شریعت بنچ نے زمینی اصلاحات کو غیر اسلامی قرار دے دیا تھا۔ 13 دسمبر 2011 کو اس فیصلے پر نظرثانی کے لئے عابد حسن منٹو کی

طرف سے دائر کی گئی اپیل کی 2013 میں سماعت کے دوران نو رکنی بنچ کے سربراہ جسٹس افتخار محمد چوہدری نے قرار دیا تھا کہ "غیر استعمال شدہ زمین ریاست کی ملکیت ہونی چاہیے جو اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں"۔ افتخار محمد چوہدری کی جانب سے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ بلوچستان میں ہزاروں ایکڑ زمین کے فرضی اور غیر حاضر مالکان پانی دستیاب ہونے کے باوجود زمین کاشت کرنے میں دلچسپی کیوں نہیں رکھتے۔ عدالت نے زمین کی ملکیت کی حد مقرر کرنے کے لیے قانون سازی پر پارلیمانی ارکان کو قائل کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اس بنچ کی سربراہی معروف طاقتور چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کر رہے تھے جس نے اس امید کو جلا بخشی تھی کہ غریبوں کے ساتھ جو ناانصافی کی گئی تھی اس کا خاتمہ ہوجائے گا لیکن چیف جسٹس نے شریعت کورٹ کا فیصلہ واضح طور پر برقرار رکھا۔ (ڈاکٹر پرویز طاہر، دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 جنوری، صفحہ 6)

- زمینی تقسیم

28 جنوری: پاکستان میں جاگیرداری اور جمہوریت کے موضوع پر کراچی میں ہونے والے ایک سیمنار میں مقررین نے کہا ہے کہ زمین کی غیر منصفانہ تقسیم کا مسئلہ قیام پاکستان سے بھی پہلے کا ہے۔ پنجاب میں 80 فیصد جبکہ سندھ میں 90 فیصد منتخب نمائندے جاگیردار ہیں۔ ہمیں اس نظام کو ختم کرنے کے لیے ایک مضبوط دیوار بنانی ہوگی جہاں ایک طرف امیر شاندار گاڑیوں میں سفر کریں اور دوسری طرف تھر میں بچے خوراک نہ ملنے کی وجہ سے بھوک سے مرجائیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 جنوری، صفحہ 14)

1 اپریل: کابینہ کمیٹی برائے توانائی میں چیئرمین پورٹ قاسم اتھارٹی (PQA) نے وزیراعظم سے قدرتی مائع گیس (LNG) سے چلنے والے بجلی گھر کے قیام کے لیے "ٹیکسٹائل سٹی" منصوبے کے قیام کے لیے مختص کی گئی 1,500 ایکڑ زمین فراہم کرنے کے لیے کہا ہے۔ پورٹ قاسم پر "ٹیکسٹائل سٹی" کے لیے مختص کی گئی زمین پر گزشتہ نو سالوں سے کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 اپریل، صفحہ 11)

- لینڈ کمپیوٹرائزیشن

3 جنوری: پنجاب بھر میں زمینی ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن مکمل ہونے کے دعوے کے باوجود اب تک گجرات میں زمینی ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن مکمل نہیں ہوسکی ہے۔ حکام کے مطابق گجرات شہر کے ریکارڈ کی تصدیق نہیں ہوسکی ہے جو اگلے

چند مہینوں میں مکمل ہوجائے گی۔ (ڈان، 4 جنوری، صفحہ 10)

7 مارچ: سپریم کورٹ نے بورڈ آف ریونیو (BoR) سندھ کی طرف سے پانچ بلین روپے کی لاگت سے تیار کیا گیا کراچی کی غیر رجسٹرڈ سرکاری زمین کا کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ مسترد کردیا ہے۔ جسٹس امیر ہانی مسلم نے کہا کہ جو ریکارڈ دستیاب تھا وہ پہلے کئی بار تبدیل کیا جاتا رہا ہے۔ حکومتی نمائندے کے مطابق کراچی کے مختلف اضلاع میں غیر اندراج شدہ 625,000 ایکڑ زمین کا بذریعہ کمپیوٹر اندراج کیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ کے مطابق زمینی اعداد و شمار کو ہر ضلع سے تصدیق کرنے کے بعد کمپیوٹر میں اندراج کیا جائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 8 مارچ، صفحہ 13)

10 مارچ: پنجاب کی 143 تحصیلوں میں کمپیوٹر کے ذریعہ زمینی اعداد و شمار کے اندراج میں بے شمار غلطیوں نے ایک نیا تنازعہ کھڑا کردیا ہے۔ کسانوں کے لیے بہت مشکل ہوگیا ہے کہ وہ اپنا زمینی ریکارڈ آسانی سے حاصل کرسکیں۔ اس کے علاوہ اب کوئی بھی زمینی ریکارڈ حاصل کرکے اسے زمینی قبضے کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ ضلع گجرات کے ایک کسان کے مطابق اس کی زمین چار مختلف مقامات پر ہے لیکن اس نئے کمپیوٹر نظام سے صرف ایک زمین کے متعلق معلومات حاصل ہوسکی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 11 مارچ، صفحہ 8)

پانی

29 فروری: پنجاب حکومت اور چینی کمپنی سائنو ہائیڈرو کے درمیان ایک مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے گئے ہیں۔ معاہدے کے مطابق چینی کمپنی پنجاب حکومت کو پانی کے شعبے میں تعاون اور تکنیکی مدد فراہم کرے گی۔ اس موقع پر وزیر اعلی شہباز شریف نے کہا ہے کہ حکومت پینے کے پانی کی فراہمی کے لیے بڑے منصوبے تعمیر کررہی ہے اور اس مقصد کے لیے چین کی ٹیکنالوجی اور مہارت کا بھرپور استعمال کیا جائے گا۔ حکومت 40 ملین افراد کے لیے صاف پانی کے منصوبے چینی کمپنی کے تعاون سے مکمل کرے گی۔ اس کے علاوہ یہ کمپنی نکاسی کے نظام کو بہتر کرنے میں بھی مدد کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 1 مارچ، صفحہ 9)

7 مارچ: سینیٹ میں پاکستان کو ملنے والے پانی میں اضافے کے لیے پاکستان اور بھارت کے درمیان پانی کی تقسیم

کے 56 سالہ پرانے سندھ طاس معاہدے پر نظر ثانی کی قرارداد منظور کر لی گئی ہے۔ قرارداد پیپلز پارٹی کے ڈاکٹر کریم احمد خواجہ کی طرف سے پیش کی گئی۔ وزیر مملکت برائے پانی و بجلی عابد شیر علی نے قرارداد کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ ناممکن ہے''۔ سینیٹر طاہر مشہدی نے قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملکی معیشت اور زراعت اس وقت پانی کی کمی اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے سخت متاثر ہو رہی ہے۔ (ڈان، 8 مارچ، صفحہ 3)

15 مارچ: ایک خبر کے مطابق سندھ نے اسلام آباد اور راولپنڈی شہر کی بڑھتی ہوئی پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے صوبوں کے درمیان 1991 کے آبی معاہدے کے تحت اپنے حصے میں سے 74 کیوسک پانی اسلام آباد اور راولپنڈی کو دینے کی اجازت دے دی ہے۔ اس سے پہلے سندھ حکومت نے صوبے میں پانی کی کمی کے پیش نظر اپنے حصے سے پانی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 مارچ، صفحہ 4)

19 مارچ: ایک خبر کے مطابق راولپنڈی میں ادارہ فراہمی آب و نکاسی (WASA) ٹیکس کی وصولی کا دائرہ وسیع کرنے اور نئے منصوبوں کے لیے درکار سرمایہ امدادی اداروں سے حاصل کرنے کے لیے یکم اپریل سے 61 یونین کونسلوں میں اعداد و شمار اکٹھا کرنے کا آغاز کرے گا۔ 18 مارچ کو WASA (واسا) نے ایک نجی کمپنی کو 80 ملین روپے لاگت سے چھ ماہ میں گھریلو اور تجارتی صارفین کی تفصیلات جمع کرنے کا ٹھیکہ دیا ہے۔ حکام کے مطابق مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کے لیے اعداد و شمار اکٹھا کرنے کا کام ضروری ہے کیونکہ ادارے کے پاس صارفین کے مصدقہ اعداد و شمار نہیں ہیں۔ (ڈان، 20 مارچ، صفحہ 4)

4 اپریل: ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں کل آبادی کا تیسرا حصہ پینے کے صاف پانی سے محروم ہے۔ ملک کے بڑے ڈیم 50 سال پرانے ہیں جن کی پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت وقت کے ساتھ مزید کم ہو رہی ہے جو صرف 30 دنوں کا پانی ذخیرہ کر سکتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں بجٹ میں پانی کے شعبے کو ترجیح دینی چاہیے تھی لیکن گزشتہ بجٹ میں پورے ملک میں تمام آبی منصوبوں کے لیے صرف 31 بلین روپے مختص کیے گئے جبکہ سڑکوں کی تعمیر کے لیے 185 بلین روپے مختص کیے گئے۔ (ڈاکٹر منظور احمد، دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 اپریل، صفحہ 10)

- آبپاشی

18 فروری: بلوچستان اسمبلی نے پانی کا جائز حصہ وصول کرنے کے لیے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ سندھ حکومت حب ڈیم پر رائلٹی کی مد میں بلوچستان کو 30 بلین روپے کے واجبات ادا کرے۔ زرعی پانی کی ترسیل کرنے کا ادارہ انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) کے مطابق بلوچستان کو نہ اس کے پانی کا جائز حصہ دیا گیا اور نہ ہی واجبات ادا کیے گئے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 19 فروری، صفحہ 22)

13 مارچ: سابق صوبائی وزیر خزانہ بلوچستان میر عاصم کرد نے کہا ہے کہ حال ہی میں ڈیم اور بیراجوں کے مکمل ہونے والے منصوبے بلوچستان میں زراعت کے فروغ کے لیے مددگار ہونگے۔ ان منصوبوں میں مثھری، غازی، حاجی شیر اور کھوکھر منصوبے شامل ہیں جو آئندہ سالوں میں مشرقی بلوچستان کی تقریباً ایک ملین ایکڑ زمین کو سیراب کریں گے۔
(ڈان، 14 مارچ، صفحہ 5)

24 اپریل: سندھ چیمبر آف ایگریکلچر (SCA) کے صدر ڈاکٹر سید ندیم قمر نے کہا ہے کہ سندھ حکومت گڈو بیراج پر گھوٹکی فیڈر کنال پر ناقص تعمیرات کا نوٹس لے۔ عالمی بینک کے قرضے سے کنال پر اہم تعمیراتی کام جاری ہے جسے انجینئرنگ کمپنی نے مقامی تعمیری کمپنی کو دے دیا ہے جو تعمیری معیار برقرار رکھنے میں ناکام ہے۔ ڈاکٹر ندیم نے معاملے کی تحقیقات کا مطالبہ بھی کیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اپریل، صفحہ 14)

- پن بجلی/ڈیم

نیلم جہلم:

7 جنوری: وزیر اعظم نے 969 میگاواٹ کے نیلم جہلم منصوبے کے لیے رقم کی منظوری دے دی ہے۔ 1.576 بلین ڈالر کی رقم چینی بینک ایگزم اور نیشنل بینک آف پاکستان (NBP) کے تعاون سے فراہم کی جائے گی جس میں ایک بلین ڈالر NBP (این بی پی) اور 576 ملین ڈالر چینی بینک دے گا۔ منصوبے کی اصل لاگت 274.88 بلین روپے تھی جو تین گنا بڑھ کر اب 404.321 بلین روپے ہوگئی ہے۔ (دی نیوز، 8 جنوری، صفحہ 12)

21 جنوری: چیئرمین واپڈا ظفر محمود نے کہا ہے کہ نیلم جہلم منصوبے کا پہلا حصہ جون 2017 میں مکمل ہو جائے گا اور اس کے تین اور حصے اسی سال دسمبر تک کام کرنا شروع کر دیں گے۔ منصوبہ 5.15 بلین یونٹس بجلی ہر سال قومی گرڈ کو فراہم کرے گا۔ (ڈان، 22 جنوری، صفحہ 2)

4 مارچ: وزیر اعظم نواز شریف نے نیلم جہلم پن بجلی اور تربیلا ڈیم کے چوتھے توسیع منصوبے کو آئندہ سال جون سے پہلے مکمل کرنے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ منصوبے پر موثر نگرانی کے لیے نیلم جہلم منصوبے کی انتظامیہ کو دفتر تعمیری مقام پر منتقل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ منصوبہ کو سرمائے کی کمی کی وجہ سے تاخیر کا سامنا تھا جو کہ دور کردی گئی ہے۔ نیلم جہلم منصوبے کا 80 فیصد کام مکمل ہوچکا ہے۔ (ڈان، 5 مارچ، صفحہ 3)

تربیلا ڈیم:

17 اپریل: وفاقی وزیر برائے پانی وبجلی خواجہ آصف نے سینٹ میں پیش کی گئی ایک تحریری رپورٹ میں تصدیق کی ہے کہ تربیلا ڈیم میں پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 35 فیصد کم ہوگئی ہے۔ حکومت نے ڈیم سے مٹی اور ریت نکالنے کے منصوبے کو ختم کردیا ہے۔ یہ فیصلہ حالیہ (ہائیڈروگرافک) تجزیے کی روشنی میں کیا گیا ہے کیونکہ اس سے دریا کے نچلے بہاؤ، آبپاشی اور انجینئرنگ نظام کو ناقابل تلافی نقصان ہوسکتا ہے۔ (ڈان، 18 اپریل، صفحہ 3)

کالا باغ ڈیم:

6 جنوری: ایوان صنعت وتجارت ملتان کے صدر فرید مغیث شیخ کا کہنا ہے کہ اگر پانی کا ذخیرہ نہ کیا گیا تو پاکستان بہت بڑی مشکل کا شکار ہوسکتا ہے۔ اگر عوام کو غربت کے شکنجے سے نکالنا ہے تو کالا باغ ڈیم کو ضرور بنانا چاہیے۔ ایک ملین ایکڑ فٹ پانی ضائع کرنے سے 60 بلین روپے کا خسارا ہوتا ہے اور صرف پچھلے سال ہی 36 ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر میں گرا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 جنوری، صفحہ 5)

24 مارچ: چیئرمین IRSA (ارسا) راؤ ارشاد علی نے کہا ہے کہ کالاباغ ڈیم کی تعمیر میں تاخیر کی وجہ سے ملکی معیشت کو سالانہ پانچ بلین ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس حساب سے کالا باغ ڈیم کی تعمیری لاگت 10 بلین روپے صرف دو

سالوں میں واپس حاصل کی جاسکتی ہے۔ (ڈان، 25 مارچ، صفحہ 2)

دیامر بھاشا ڈیم:

13 جنوری: خبر کے مطابق دیامر بھاشا ڈیم میں 500 ملین روپے کی بے ضابطگیاں کی گئی ہیں۔ یہ بے ضابطگیاں اعلیٰ افسران کے ساتھ مل کر بنجر زمین کو زرعی زمین میں تبدیل کر کے کی گئی ہیں۔ ڈیم سے متاثر ہونے والے مقامی لوگوں کے بجائے تحصیل دار کے ساتھ مل کر سرکاری افسران اور سیاسی لوگوں کو فائدہ دیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 14 جنوری، صفحہ 11)

- پانی کی قلت

2 جنوری: وزیر اعلیٰ بلوچستان نواب ثناء اللہ زہری نے گوادر میں پانی کی قلت کا نوٹس لیتے ہوئے ادارہ ترقیات بلوچستان (BDA) کو ہدایت کی ہے کہ وہ رپورٹ جمع کرائے کہ گوادر میں سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے والے (ڈی سیلی نیشن) پلانٹ مکمل طور پر کیوں کام نہیں کر رہے اور انہیں کس طرح چلایا جاسکتا ہے۔ بلوچستان میں بارشوں کی کمی کی وجہ سے آکرا ڈیم خشک ہورہا ہے جس کی وجہ سے گوادر اور اس سے ملحقہ علاقوں میں پانی کی قلت ہوگئی ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 5)

16 جنوری: زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (UAF) کے وائس چانسلر ڈاکٹر اقرار احمد خان نے سندھ ایگری کلچرل گروتھ پروجیکٹ (SAGP) سے وابستہ کسانوں کے ایک وفد سے ملاقات میں کہا ہے کہ چاول کی پیداوار کے لیے زیادہ پانی درکار ہوتا ہے اور پاکستان پانی کی کمی کے شکار ممالک میں سرفہرست ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان دو بلین روپے مالیت کے چاول برآمد کرتا ہے جس پر 10 بلین روپے مالیت کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے جسے قومی سطح پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ (عمران رہنما، دی ایکسپریس ٹریبون، 16 جنوری، صفحہ 11)

5 فروری: گوادر، بلوچستان میں پاکستان بحریہ کی جانب سے کراچی سے بحری ٹینکر کے ذریعے ایک ہزار ٹن پانی ترسیل کیا گیا ہے۔ صوبے میں طویل عرصے سے بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے آکرا ڈیم خشک ہوگیا ہے جس کی وجہ سے

گوادر اور ملحقہ علاقوں میں پانی میسر نہیں ہے۔ (ڈان، 6 فروری، صفحہ 5)

2 جنوری: منصوبہ بندی کمیشن کی مشاورتی کمیٹی کے رکن اور ماہر توانائی سلیمان نجیب خان نے اخباری نمائندے سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان میں پانی پر واضح پالیسی نہ ہونے اور بھارت کے ساتھ آبی تنازعے کے حل کے لیے کوششوں کے فقدان نے بھارت کی حوصلہ افزائی کی جس نے کشمیر میں 171 پانی کے نئے منصوبے شروع کیے ہیں جس سے 28,000 میگاواٹ بجلی پیدا ہوگی۔ پاکستان میں پانی کے ذخائر نہ ہونے کی وجہ سے پچھلے تیس سالوں میں معیشت کو ٹریلین ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ پاکستان ایک مربع میٹر پانی سے صرف آدھے ڈالر کے برابر پیداوار حاصل کرتا ہے جبکہ عالمی اوسط شرح آٹھ ڈالر فی مربع میٹر ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 جنوری، صفحہ 11)

4 جنوری: خیبر پختون خواہ حکومت 2025 تک پینے کا صاف پانی لوگوں تک پہنچانے کے لیے سالانہ ترقیاتی فنڈ کا 10 فیصد حصہ خرچ کرے گی۔ پالیسی کے مطابق صوبے کی 82 فیصد آبادی کو پہلے سے بہتر طریقے سے پانی ملے گا جبکہ 41 فیصد آبادی پائپوں سے پانی حاصل کرسکے گی۔ اس منصوبہ سے 98 فیصد شہری آبادی اور 21 فیصد دیہی آبادی کو فائدہ حاصل ہوگا۔ صوبے میں پانی کا سب سے بڑا ذریعہ زمینی پانی ہے لیکن مسلسل پانی نکالنے کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح زیادہ تر مقامات پر کم ہورہی ہے۔ (ڈان، 5 جنوری، صفحہ 7)

- فلٹریشن پلانٹ

28 فروری: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ حکومت نے اگلے ڈھائی سالوں میں ''صاف پانی منصوبے'' کے تحت دیہی آبادی کے 40 ملین افراد کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کا ہدف مقرر کیا ہے جو عوامی صحت کے لیے اہم منصوبہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 فروری، صفحہ 5)

بیج

25 جنوری: ایک مضمون کے مطابق بیج کی عدم فراہمی، پودے کی بیماریاں، جدید طریقہ زراعت کی کمی اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے کپاس کی پیداوار 13 ملین گھانٹوں تک محدود ہوگئی ہے۔ اس وقت پاکستان میں تقریباً 800 بیج کمپنیاں

ہیں۔ قومی اسمبلی نے پچھلے چودہ سالوں سے پلانٹ بریڈرز ایکٹ منظور نہیں کیا۔ بیج کی جدید ٹیکنالوجی روک دی گئی اور کسان ہائبرڈ بیج درآمد نہیں کرسکے۔ (رخشانہ شاہ، ڈان، 25 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 اپریل: ایک مضمون کے مطابق سندھ میں مختلف فصلوں کے معیاری بیج کی قلت پائی جاتی ہے۔ سندھ سیڈ کارپوریشن (SSC) صوبے میں بیج کی ضرورت کا صرف 20 فیصد پوری کررہی ہے جبکہ بیج کی بقیہ ضرورت نجی کمپنیاں پوری کررہی ہیں۔ جنرل سیکریٹری SCA (ایس سی اے) نبی بخش سھتو کا کہنا ہے کہ کوئی جانچ نہیں کرتا کہ بیج کے فیصلے پر دیے گئے تحریری مواد کے مطابق اس کا معیار ہے بھی یا نہیں۔ حکومت سندھ کو ٹیکنالوجی اور انتظامی ڈھانچے پر سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مقامی بیج محفوظ ہو اور کسان فصلوں پر کسی بڑے حملے سے محفوظ رہ سکیں جو فصلوں کی کاشت کے لیے عموماً اپنا ہی بیج استعمال کرتے ہیں۔ (محمد حسین خان، ڈان، 25 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- ہائبرڈ بیج

17 فروری: فاٹا میں خیبر اور جنوبی وزیرستان ایجنسی کے 20,000 بے گھر خاندانوں نے علاقے میں واپسی کے بعد FAO (ایف اے او) کی طرف سے فراہم کردہ گندم، سبزی اور چارے کے بیج سے کاشت کاری کا آغاز کردیا ہے۔ فراہم کردہ بیجوں کے لیے USAID (یو ایس ایڈ) نے سرمایہ فراہم کیا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً 40,000 مویشی رکھنے والے کسانوں کو جو کا بیج بھی مفت فراہم کیا گیا ہے۔ فاٹا میں یو ایس ایڈ اور ایف اے او کے جاری منصوبے کی لاگت 8.3 ملین ڈالر ہے جو دسمبر میں ختم ہوگا۔ (ڈان، 18 فروری، صفحہ 3)

17 فروری: یو ایس ایڈ کے مشن ڈائریکٹر جون گروک (John Groarke) نے پاکستان میں مکئی کا بائیو فورٹیفائڈ ہائبرڈ بیج نیشنل ایگریکلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) اور نجی بیج کمپنیوں کے حوالے کیے جانے کی تقریب میں کہا ہے کہ امریکہ کسانوں کے حالات میں بہتری لانے اور زرعی شعبے میں منافع میں اضافے کے لیے پرعزم ہے۔ ایڈیشنل سیکریٹری محکمہ قومی غذائی تحفظ و تحقیق ڈاکٹر محمد ہاشم پوپلزئی نے اس موقع پر کہا کہ بیج کی نئی اقسام اضافی پیداوار کے لیے اہم کردار ادا کریں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 18 فروری، صفحہ 8)

29 فروری: پاکستان ہر سال قومی خزانے سے 60 ملین ڈالر کی رقم مکئی کے ہائبرڈ بیج کی درآمد پر خرچ کرتا ہے جو مہنگا درآمدی بیج ہے۔ مکئی پاکستان کی تیسری اہم فصل ہے جو سالانہ 1.2 ملین ہیکٹر رقبے پر کاشت کی جاتی ہے۔ مکئی کی کاشت میں 75 فیصد اضافہ 1990 کی دہائی میں ہوا جس کی بڑی وجہ مکئی کے ہائبرڈ بیج کا فروغ ہے۔ اس مہینے امریکی امداد سے زراعت میں جدت کے حوالے سے ہونے والے پروگرام (ایگری کلچر انوویشن پروگرام) میں NARC (نارک) سے تیار شدہ دو بائیوفورٹیفائیڈ مکئی کے ہائبرڈ بیج متعارف کیے گئے ہیں۔ یو ایس ایڈ کا 30 ملین ڈالر مالیت کا یہ چار سالہ پروگرام پیداوار بڑھانے کے ساتھ ساتھ کسانوں میں گندم، مکئی، چاول، مال مویشی، پھل اور سبزیوں کے جدید پیداواری طریقوں اور عوامل کے ذریعے آمدنی میں اضافے کا باعث بنے گا۔ ان بیجوں میں عام مکئی کے بیج سے دوگنا پروٹین ہوتا ہے جس کی وجہ سے انہیں کوالٹی پروٹین میز یعنی اعلیٰ درجہ کے پروٹین پر مبنی مکئی کہتے ہیں۔ ان بیجوں میں خشک سالی اور گرمی کی لہروں کا مقابلہ کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے جو کیڑوں کے خلاف بہتر مزاحمتی قوت بھی رکھتے ہیں۔ (امین احمد، ڈان، 29 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- جینیاتی بیج

10 جنوری: پنجاب حکومت نے کپاس کے جینیاتی بیج کی 19 اقسام کو ناقص کارکردگی کی بنیاد پر مسترد کردیا ہے۔ ذرائع کے مطابق نجی کمپنیوں نے پنجاب سیڈ کونسل پر زور دیا ہے کہ بی ٹی کپاس کے بیج کی کچھ اقسام کو منظور کیا جائے۔ بی ٹی کپاس کی کچھ اقسام سخت موسم میں بری طرح ناکام رہی ہیں۔ 700 سے زائد بیج کمپنیوں کے پاس بیج کا معیار جانچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ پاکستان میں کپاس کے تحقیقی ادارے سالانہ 1.5 بلین روپے خرچ کرنے کے باوجود بھی کپاس کا معیاری بیج دینے میں ناکام رہے۔ (ڈان، 11 جنوری، صفحہ 4)

29 جنوری: ایوان صنعت و تجارت لاہور کے صدر شیخ محمد ارشد نے کہا ہے کہ اکیسویں صدی بائیوٹیکنالوجی کی صدی ہے اور پاکستان میں اس ٹیکنالوجی کے ذریعے غذائی ضروریات پوری کرنے کی زبردست صلاحیت ہے لیکن اس کے لیے نجی شعبہ، سائنسدان اور حکومت کو مل کر کام کرنا ہوگا۔ پاکستان کا زرعی شعبہ بائیوٹیکنالوجی کا مناسب استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بھاری نقصان اٹھا رہا ہے۔ زرعی نظام میں جادوئی تبدیلی صرف جینیاتی فصلوں سے ہی آسکتی ہے جو پیداوار کو بڑھا سکتی ہیں۔ (ڈان، 30 جنوری، صفحہ 2)

23 مارچ: وفاقی حکومت نے بین الاقوامی بیج کمپنیوں کو ملک میں مکئی کے جینیاتی بیج کے کاروبار کی اجازت دے دی ہے۔ اس حوالے سے محکمہ موسمی تبدیلی نے مونسانٹو، پائنیر اور ڈوپونٹ سمیت مختلف کمپنیوں کو لائسنس جاری کردیے ہے۔ متعلقہ وزارت کے حکام کا کہنا ہے کہ حکومت نے اس ٹیکنالوجی کی بڑے پیمانے پر کھیتوں میں آزمائش کے بغیر لائسنس جاری کیے ہیں جو نیشنل بائیوسیفٹی قوانین اور اس ٹیکنالوجی کے حوالے سے عالمی ضابطوں کی خلاف ورزی ہے۔ تاہم رکن اسمبلی ڈاکٹر عارف علوی کی جانب سے گزشتہ ہفتے یہ معاملہ قومی اسمبلی میں اٹھائے جانے پر وفاقی وزیر تجارت خرم خان دستگیر اور وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے قطعی طور پر انکار کیا تھا کہ حکومت نے کسی بین الاقوامی کمپنی کو جینیاتی فصل کی آزمائش کی اجازت دی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 24 مارچ، صفحہ 10)

4 اپریل: جینیاتی فصلوں کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون کے مطابق یہ متنازعہ بحث جاری ہے کہ حکومت نے کچھ بین الاقوامی کمپنیوں کو مکئی کے جینیاتی بیج کی تجارتی بنیادوں پر فروخت کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ کمپنیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے وزارت موسمی تبدیلی سے باقاعدہ اجازت نامہ حاصل کیا ہے لیکن قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے ایک رکن کی جانب سے اٹھائے گئے سوال پر دو وفاقی وزراء خرم خان دستگیر اور سکندر حیات خان بوسن نے قطعی انکار کیا کہ حکومت نے کسی کمپنی کو مکئی کے جینیاتی بیج کی آزمائشی فروخت کی اجازت دی ہے۔ یہ سوال اب بھی جواب طلب ہے کہ کس اتھارٹی نے بیج کمپنیوں کو اس کی اجازت دی۔ نیشنل بائیوسیفٹی سینٹر جس کی کمیٹی عام طور پر منظوری دیتی ہے فلحال فعال نہیں ہے اور اس وقت کوئی ادارہ نہیں جو اس نئی ٹیکنالوجی کا تجزیہ کرے اور معلومات جمع کرے۔ مضمون نگار کے مطابق امریکی بیج کمپنی مونسانٹو کا دعویٰ ہے کہ حکومت پاکستان نے حال ہی میں کمپنی کی جینیاتی مکئی کی فروخت کی اجازت دی ہے۔ حکومت نے کمپنی کی دو ٹیکنالوجی ''کیڑوں سے تحفظ'' (insect protection) اور ''جڑی بوٹیوں کو برداشت کرنے والی'' (herbicide tolerant) کو منظور کیا ہے۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 4 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

16 اپریل: زرعی سائنسدانوں اور کسانوں کے دباؤ پر حکومت نے مکئی کے جینیاتی بیج کی فروخت روک دی ہے۔ وفاقی سیکریٹری نے اخبار کو بتایا کہ جینیاتی مکئی کے بیج کی فروخت کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک سائنسدان اور کسان متفق نہیں ہوتے۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس سارے معاملے پر نظرثانی کی جائے گی۔ واضح رہے کہ حکومت نے خاموشی سے مکئی کی دو جینیاتی اقسام کی فروخت کی اجازت دی تھی جسے خفیہ رکھا گیا یہاں تک کہ اجلاس کے تحریری

نکات بھی متعلقہ وزارت اور اداروں کو ارسال نہیں کیے گئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اپریل، صفحہ 11)

- پلانٹ بریڈرز رائٹس بل

6 جنوری: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے کابینہ ڈویژن نے پلانٹ بریڈرز رائٹس بل 2015 منظور کرلیا۔ یہ بل بیج کی نئی اقسام متعارف کرانے والی بیج کمپنیوں کے ذہنی ملکیتی حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ مجوزہ بل کمیٹی سے منظوری کے بعد اب پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔ خبر کے مطابق قائمہ کمیٹی کے اجلاس کے دوران صوبائی حکومتوں اور وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے حکام نے انکشاف کیا ہے کہ ایک غیرملکی کمپنی کی جانب سے منڈی میں بی ٹی کپاس کا بیج غیرقانونی طور پر ترسیل کیا جاتا رہا ہے اور اس وقت منڈی میں ناقص معیار کے بیج کی جانچ کا کوئی قانون موجود نہیں ہے اور نہ ہی بی ٹی کپاس کے بیج کی فروخت کے لیے باضابطہ طور پر اجازت دی گئی ہے۔ غیرملکی کمپنی پاکستان میں بی ٹی کپاس کی غیر قانونی تجارت کررہی تھی جو ملک میں کپاس کی پیداوار میں کمی کی ایک وجہ بنی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 جنوری، صفحہ 11)

18 جنوری: پاکستان میں بیج کے شعبے میں غیرملکی کمپنیوں کی اجارہ داری کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون کے مطابق عالمی امدادی اداروں خصوصاً یو ایس ایڈ اور آسٹریلین ایڈ (AusAID) کی زرعی شعبے میں متواتر دلچسپی واضح ہے خاص کر کے زرعی زمین، پالیسی سازی اور یونیورسٹیوں کے حوالے سے ان عالمی امدادی اداروں کی دلچسپی ان کے مفادات سے جڑی ہے کیونکہ زرعی شعبہ ان ممالک کے کارپوریٹ شعبہ کے لیے منافع بخش ہے اور بیج کا شعبہ اس تناظر میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بیج کا ترمیمی قانون 2015 اسی ایجنڈے کا حصہ تھا جس کا مقصد پاکستان کے زرعی شعبے میں کمپنیوں کے مفادات کو فروغ دینا ہے۔ اسی طرح پلانٹ بریڈرز رائٹس نجی شعبہ کے بیجوں کو ذہنی ملکیت کے حقوق فراہم کرتا ہے۔ (عذرا طلعت سعید، ڈان، 18 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

کسان/مزدور

- جبری مشقت

بھٹہ مزدور:

19 جنوری: وزیراعلیٰ پنجاب نے کہا ہے کہ بھٹہ مزدور بچوں کے مسائل حل کرنے کے لیے وسائل مہیا کردیے گئے

ہیں۔ حکومت ایسے بچوں کو وظیفہ دینے کے لیے سالانہ 283 ملین روپے خرچ کررہی ہے۔ پنجاب میں محکمہ مزدور کے مطابق 14 سال سے کم عمر 23,642 بچے بھٹوں پر کام کرتے ہیں جن میں بڑی تعداد ضلع قصور کے بچوں کی ہے۔
(دی ایکسپریس ٹریبون، 20 جنوری، صفحہ 5)

20 جنوری: غیر سرکاری اداروں کا کہنا ہے کہ پنجاب کی طرح سندھ میں بھی بھٹہ مزدوروں کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ پنجاب میں بھٹہ مزدور کو 1,000 اینٹیں بنانے پر 962 روپے جبکہ سندھ میں صرف 560 روپے ملتے ہیں۔ حکومت سندھ نے حال ہی میں مزدور کی کم سے کم ماہانہ اجرت 13,000 روپے مقرر کی ہے تاکہ مزدور پیشہ اور کھیتی باڑی کرنے والے لوگ بہتر زندگی گزار سکیں۔ کسانوں کے تحفظ کے لیے سندھ میں ہاری کورٹ (کسان عدالتیں قائم کرنے) کی تجویز دی گئی تھی لیکن سندھ حکومت کی طرف سے اس کا کوئی خاطر خواہ جواب نہیں مل سکا۔ (ڈان، 21 جنوری، صفحہ 19)

25 جنوری: سندھ اسمبلی نے مزدور کی اجرت کے حوالے سے قانون منظور کیا ہے جس کی رو سے 2015-16 میں مزدور کی کم سے کم اجرت 13,000 روپے ماہانہ مقرر کی گئی ہے۔ یہ قانون تمام مزدور پیشہ افراد پر لاگو ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 26 جنوری، صفحہ 13)

II۔ زرعی مداخل

قدرتی اور صنعتی زراعت

29 فروری: ایک مضمون کے مطابق آج کل دکانوں پر ملنے والی مرغیاں اسٹرائیڈ (steroid) اور ہارمونز کے ٹیکے لگا کر پالی جاتی ہیں۔ پھل اور سبزیوں پر بہت سی کیڑے مار ادویات اور کیمیائی کھاد کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے، چینی اور آٹے کو کیمیائی اجزاء ڈال کر سفید کیا جاتا ہے اور گائے کے گوشت میں بہت سی جراثیم کش ادویات پائی جاتی ہیں۔ ادویات اور کیمیائی اجزاء کا استعمال غذا کو صحت کے لیے خطرناک بنا دیتا ہے اور رہی سہی کسر اسے زیادہ دیر تک تازہ دکھائی دینے کے لیے استعمال ہونے والے کیمیائی محلول پوری کردیتے ہیں۔ صحت مند خوراک کے لیے گھریلو باغبانی کے فروغ، دیسی مرغی اور انڈوں کے استعمال کے ساتھ ساتھ گڑ یا دیسی شکر اور تازہ شہد کا استعمال کرنے اور ابلا ہوا پانی

پینے کی ضرورت ہے۔ (جگن کاظم، دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 فروری، صفحہ 7)

15 مارچ: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے مکمل طور پر خودمختار پنجاب ایگریکلچر فوڈ اینڈ ڈرگ اتھارٹی یعنی ادارہ برائے خوراک وادویات کے قیام کی منظوری دے دی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ اتھارٹی کا مقصد کسانوں کو معیاری زرعی ادویات اور ملاوٹ سے پاک کھاد مہیا کرنا ہے۔ (ڈان، 16 مارچ، صفحہ 2)

کھاد

4 جنوری: محکمہ خزانہ سے منظوری میں تاخیر کی وجہ سے اسٹیٹ بینک کھاد کمپنیوں کو ڈائی امونیم فاسفیٹ (DAP) پر پانچ بلین روپے کی زرتلافی نہیں دے سکے گا۔ حکومت اور کھاد کمپنیوں میں ہونے والے معاہدے کے مطابق حکومت نے کھاد کمپنیوں کو 15 دنوں میں زرتلافی کی رقم ادا کرنی تھی لیکن دو ماہ گزرنے کے باوجود بینک کمپنیوں کے واجبات ادا نہیں کرسکا۔ وزیر اعظم کے کسان پیکج کے تحت درجن بھر کھاد کمپنیوں اور درآمد کنندگان نے DAP (ڈی اے پی) کم قیمت پر منڈیوں میں فروخت کردی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 جنوری، صفحہ 10)

9 مارچ: قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے صنعت و پیداوار نے یوریا کی بڑھتی ہوئی قیمتوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کمیٹی نے نیشنل فرٹیلائزر مارکیٹنگ لمیٹڈ (NFML) کو ہدایت کی ہے کہ وہ یوریا درآمد کرکے مقامی قیمت سے کم پر فروخت کرکے یوریا کمپنیوں کی اجارہ داری کو ختم کرنے کے لیے متحرک کردار ادا کرے۔ کمیٹی کو بتایا گیا کہ درآمدی یوریا کی موجودہ قیمت کراچی پہنچ کر 1,490 روپے فی بوری ہے جبکہ مقامی تیارکردہ یوریا کی قیمت اس وقت 1,900 روپے فی بوری ہے۔ (ڈان، 10 مارچ، صفحہ 10)

4 اپریل: NFML (این ایف ایم ایل) کے مینجنگ ڈائریکٹر قدرت اللہ نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے صنعت و پیداوار کے سامنے انکشاف کیا ہے کہ اس کے ذخائر سے 1.6 بلین روپے مالیت کی درآمدی یوریا چوری ہوگئی ہے جس کی تفتیش قومی احتساب بیورو اور فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (FIA) کررہی ہے۔ یوریا ترسیل کاروں (ٹرانسپورٹرز) اور ٹھیکیداروں کی جانب سے خرد برد کی گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 اپریل، صفحہ 10)

زرعی مشینری

21 فروری: ایک خبر کے مطابق ایس ی اے نے محکمہ زراعت سندھ پر الزام لگایا ہے کہ محکمہ زمین ہموار کرنے والی لیزر مشینری (لینڈ لیولر) زیادہ قیمت پر خرید رہا ہے۔ پنجاب میں اس کی قیمت 500,000 روپے ہے جبکہ سندھ حکومت یہی مشینری 650,000 روپے میں خرید رہی ہے۔ سندھ حکومت پیداوار میں اضافے کے لیے کسانوں کو یہ مشین پچاس فیصد زرتلافی پر فروخت کررہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 فروری، صفحہ 15)

ٹریکٹر:

11 مارچ: پنجاب اور سندھ میں ٹریکٹر کی خریداری پر زرتلافی ملنے کی امید پر ٹریکٹر کی فروخت میں ایک بار پھر اضافہ ہوا ہے۔ ٹریکٹر کی فروخت فروری میں 3,045 یونٹ تھی جو اس سے پہلے جنوری میں 2,352 یونٹ اور دسمبر میں 957 یونٹ تھی۔ چیئرمین پاکستان آٹوموٹیو مینوفیکچررز ایسوی ایشن (PAMA) سہیل بشیر رانا کے مطابق کسانوں نے مالی مشکلات کا شکار ہونے کے باوجود ٹریکٹر کی خریداری شروع کردی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پنجاب اور سندھ میں گندم کی کٹائی اور تھریشنگ شروع ہونے والی ہے۔ (ڈان، 12 مارچ، صفحہ 10)

زرتلافی

31 دسمبر: پنجاب حکومت کی ہدایت پر ایک تقریب میں ننکانہ صاحب تحصیل کے کسانوں کو رعایتی قیمت پر قرعہ اندازی کے زریعے زرعی آلات فراہم کیے گیے۔ حکومت کی طرف سے 242,000 روپے کی زرتلافی 33 کسانوں کو دی گئی۔ (دی نیوز، 1 جنوری، صفحہ 5)

22 فروری: خبر کے مطابق گلگت بلتستان کی سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے الزام لگایا ہے کہ گلگت اوربلتستان کے لیے زرتلافی کی حامل گندم خیبر پختون خواہ کے ضلع مانسہرہ میں فروخت ہورہی ہے۔ جمعیت علماء اسلام ف کے مقامی رہنما عبدل حنان اور دیگر جماعتوں کے رہنماؤں نے دیامر میں کل جماعتی کانفرنس میں کہا ہے کہ گلگت بلتستان کو گندم کی قلت کا سامنا ہے جبکہ اس کے لیے مختص گندم ناجائز زرائع سے فروخت کی جارہی ہے۔ اس عمل میں متعلقہ ٹھیکیدار اور محکمہ خوراک کے افسران برابر کے شریک ہیں۔ (ڈان، 23 فروری، صفحہ 7)

19 مارچ: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے پنجاب زرعی کونشن میں 100 بلین روپے کے پیکج کا اعلان کیا ہے جو کلی طور پر زرعی شعبے کی ترقی کے لیے خرچ کیا جائے گا۔ کسانوں سے خطاب کرتے ہوئے شہباز شریف نے کہا کہ فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ جدید زرعی ٹیکنالوجی کسانوں تک منتقل کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ (ڈان، 20 مارچ، صفحہ 4)

زرعی قرضے

15 اپریل: اسٹیٹ بینک کی جانب سے زرعی قرضوں کے لیے مختص کردہ 600 بلین روپے میں سے پنجاب نے مالی سال 16-2015 کے ابتدائی آٹھ ماہ میں 294.1 بلین روپے کے زرعی قرضے جاری کیے ہیں۔ صوبہ سندھ کے بینکوں نے اسی مدت میں اپنے ہدف 89.4 بلین روپے کے مقابلے میں صرف 31.7 بلین روپے کے زرعی قرضے جاری کیے ہیں جبکہ خیبر پختون خواہ نے 6.1 بلین روپے اور بلوچستان نے ایک بلین روپے کے زرعی قرضے جاری کیے ہیں۔
(بزنس ریکارڈر، 16 اپریل، صفحہ 3)

زرعی تحقیق

1 فروری: وزیر زراعت سندھ علی نواز مہر نے سندھ اسمبلی کو بتایا ہے کہ امن و امان کی خراب صورتحال کی وجہ سے سندھ کے زرعی تحقیقی اداروں میں کوئی غیر ملکی سائنسدان کام نہیں کر رہا ہے۔ وفاقی حکومت کی طرف سے قائم کیے گئے تحقیقی مراکز میں دیگر صوبوں سے تعلق رکھنے والے 431 ماہرین سندھ میں کام کررہے ہیں۔ (ڈان، 2 فروری، صفحہ 18)

21 فروری: چیئرمین پاکستان ایگری کلچرل ریسرچ کونسل (PARC) ڈاکٹر ندیم امجد نے کہا ہے کہ ادارہ بلوچستان اور شمالی علاقوں میں کسانوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کررہا ہے تا کہ وہ پاکستان چین اقتصادی راہداری سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں۔ کسان اپنی پیداوار کو منڈی میں فروخت کرنے کے حوالے سے کئی طرح کے مسائل کا شکار ہیں۔ سائنسدان اور ماہرین ان مسائل کے حل کے لیے بلوچستان کے کسانوں کو تربیت دے رہے ہیں۔ (ڈان، 22 فروری، صفحہ 3)

زرعی محصولات

29 فروری: وزیر پارلیمانی امور سندھ نثار احمد کھوڑو نے ایوان میں بتایا ہے کہ مالی سال 13-2012 کے دوران سندھ

کے ضلع سکھر میں 157 جاگیرداروں میں سے کسی جاگیردار نے بھی زرعی آمدنی پر ٹیکس کی مد میں ایک روپیہ بھی ادا نہیں کیا اور ضلع گھوٹکی کے 141 جاگیرداروں میں سے صرف چار نے ٹیکس ادا کیا۔ صوبہ سندھ میں 7,366 جاگیردار ہیں جن میں سے صرف 1,343 (18 فیصد) جاگیرداروں نے ٹیکس ادا کیا۔ (ڈان، 1 مارچ، صفحہ 19)

III۔ غربت اور غذائی تحفظ

غربت

25 جنوری: پاکستان میں غربت کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون کے مطابق سندھ میں دو تہائی دیہی گھرانے اور پنجاب میں تقریباً ہر دوسرا گھرانہ آج تک بے زمین ہے۔ وسائل خصوصاً زمین کی تقسیم کے حوالے سے پائی جانے والی واضح تفریق دیہات میں غربت کی بنیادی وجہ ہے جو چند لوگوں کو سیاست پر قبضے میں مدد دیتی ہے جبکہ اکثریت کی کوئی آواز نہیں رہتی۔ دیہات میں بے زمینی اور شہروں میں کم سے کم اجرت پر زندگی گزارنے والوں کو غربت سے بچایا جاسکتا تھا اگر منصفانہ تقسیم پر مبنی پالیسی اور سماجی بہبود پر رقم خرچ کی جاتی۔ نیولبرل ازم پالیسیاں سماجی بہبود پر کیے جانے والے اخراجات میں کٹوتی کا سبب بنی جس سے صرف نچلا طبقہ متاثر ہوا۔ ان پالیسیوں نے غربت سے نکلنے کے امکانات کو مزید کم کردیا۔ (مصطفیٰ تالپور، ڈان، 25 جنوری، صفحہ 3، بزنس اینڈ فنانس)

25 جنوری: انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (IFPRI) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر چوتھا فرد بھوک کا شکار ہے۔ IFPRI (افپری) کی تشکیل کردہ گلوبل ہنگر انڈیکس 2015 کے مطابق ایتھوپیا اور پاکستان اس انڈکس میں برابر ہیں (GHI 33.9)۔ سرکاری سطح پر ہمیشہ غربت کے خاتمے کی پالیسیوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حکومت نے غربت کے خاتمے کے لیے سارا بوجھ نجی شعبے پر ڈال دیا ہے۔ سرکاری شعبے میں اس حوالے سے صرف تین منصوبے جاری ہیں جبکہ غیر سرکاری منصوبوں کی تعداد پچاس ہے۔ سرکاری منصوبوں کے تحت گھریلو خواتین اور بے روزگار نوجوانوں کو ہنر تو سکھائے جاتے ہیں لیکن اس کے بعد انہیں نوکریوں کے لیے منڈی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں روزگار کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ (ساجد امین جاوید، ڈان، 25 جنوری، صفحہ 1، بزنس اینڈ فنانس)

11 جنوری: وزیر اعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ نے تھر کی صورتحال پر کابینہ کے اجلاس میں تھرپارکر میں فوری طور پر گندم

تقسیم کرنے اور 10 طبی ٹیمیں بھیجنے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ (ڈان، 12 جنوری، صفحہ 18)

2 فروری: ایک مضمون کے مطابق تھر میں طبی سہولیات کے حصول میں جغرافیہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ضلع تھرپارکر کی 90 فیصد آبادی شہر سے دور دیہات میں رہتی ہے۔ ضلع میں صرف چھ شہر ہیں جبکہ 2,380 دیہات ہیں۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق گاؤں قصبوں سے مٹھی تک کے سفر میں 6,000 روپے خرچ آتا ہے جو ایک غریب آدمی ادا نہیں کرسکتا جبکہ مٹھی شہر میں بھی تھر کی 1.3 ملین آبادی کے لیے 21 ماہر ڈاکٹر (اسپیشلسٹ) اور 90 بستروں پر مشتمل سول ہسپتال ہے۔ مٹھی انتظامیہ کے مطابق پورے علاقے میں 189 ڈسپنسریاں ہیں جن میں 80 فعال نہیں ہیں۔ (اعظم خان، دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 فروری، صفحہ 13)

4 فروری: سندھ اسمبلی کے اجلاس میں قائد حزب اختلاف خواجہ اظہار الحسن نے سندھ حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ تھر میں بچوں کی اموات کی ذمہ دار حکومت ہے جو تھر کے مسائل کم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ انہوں نے ایوان کی توجہ 700 ملین روپے کے بجٹ پر مبذول کروائی جس سے غریبوں کی کوئی امداد نہیں کی گئی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 فروری، صفحہ 13)

6 فروری: چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ سجاد علی شاہ نے ہائی کورٹ بار ایسوی ایشن کے ایک عشائیے میں کہا ہے کہ حکومت کی ستم ظریفی ہے کہ وہ سندھ میں وسائل سے مالا مال تھرپارکر کو نظر انداز کررہی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ صورت حال پر توجہ دے اور اس سے نمٹنے کے لیے حل تلاش کرے۔ (ڈان، 7 فروری، صفحہ 19)

12 فروری: محکمہ منصوبہ بندی وترقی سندھ کی جانب سے سندھ اسمبلی کے اراکین کو فراہم کیے گئے تحریری جواب میں بتایا گیا ہے کہ ضلع جیکب آباد کی 70 فیصد دیہی آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے جبکہ ضلع تھرپارکر میں 65 فیصد، شکارپور میں 48 فیصد اور ضلع کشمور میں 45 فیصد افراد خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ (ڈان، 13 فروری، صفحہ 18)

4 اپریل: تھر کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے عدالتی حکم پر سندھ حکومت کے قائم کردہ کمیشن کے رکن ڈاکٹر سونو کھنگرانی نے کہا ہے کہ طویل المدت پائیدار پالیسیاں اپنائے بغیر تھر کی گھمبیر ہوتی صورتحال میں بہتری نہیں لائی جاسکتی۔ چار رکنی کمیشن نے مٹھی، ڈیپلو، اسلام کوٹ، چھاچھرو اور ننگر پارکر کا دورہ کرکے خشک سالی سے بڑے پیمانے پر اموات خصوصاً بچوں کی اموات پر رپورٹ مرتب کرلی ہے جو سندھ حکومت کو ارسال کی جائے گی۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 19)

7 اپریل: حکومت پنجاب نے اقوام متحدہ کے عالمی غذائی پروگرام (WFP) کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ پاکستان میں WFP (ڈبلیو ایف پی) کی ڈائریکٹر لولا کاسترو نے اس موقع پر کہا کہ تین سالوں پر مشتمل امداد و بحالی کے منصوبے (PRRO 2016-2018) کے تحت پنجاب حکومت کے ساتھ مل کر غذائی تحفظ اور غذائیت کے اہداف کے حصول کے لیے کام کریں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اپریل، صفحہ 5)

7 اپریل: ایک خبر کے مطابق حکومت نے اعلان کیا ہے کہ 60 ملین پاکستانی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں جو موجودہ حکومت کے لیے چیلنج ہے۔ وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال نے کہا ہے اس تعداد میں اضافہ غربت کو ناپنے کے نئے طریقہ کار اپنائے جانے کی بدولت ہوا جو 14-2013 کے سروے میں استعمال کیا گیا۔ 2001 میں غربت کو صرف فوڈ انرجی انٹیک (FEI) یعنی افراد کی استعمال کردہ غذائی توانائی کی بنیاد پر ناپا جاتا تھا جسے مزید شفاف اور مربوط بنانے کے لیے حکومت نے خوراک کے علاوہ تین بنیادی ضروریات تعلیم، صحت اور موبائل فون کو کاسٹ آف بیسک نیڈز (CBN) میں شامل کیا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق غریب گھرانوں کی تعداد 6.8 ملین سے 7.6 ملین تک ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ غربت ایک چیلنج ہے اور حکومت اسے ختم کرنے کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔ حکومت کو انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) سے مزید امداد لینے کی ضرورت نہیں۔ (ڈان، 8 اپریل، صفحہ 10)

9 اپریل: پاکستان نے غربت کی حقیقی تعریف کے لیے فوڈ انرجی ان ٹیک (FEI) فارمولے کو چھوڑ کر کاسٹ آف بیسک نیڈز (CBN) طریقہ کار اختیار کیا ہے جس سے ملک میں خط غربت کے اعداد و شمار تبدیل ہوگئے ہیں۔ سرکاری سطح پر تسلیم کیا گیا ہے کہ اب ہر دس میں سے تین افراد غریب ہیں یعنی تقریباً 59 ملین آبادی غربت میں زندگی بسر

کررہی ہے۔ پرانے طریقہ کار (فارمولے) کے مطابق یہ شرح ہر دس افراد میں ایک تھی یعنی 20 ملین آبادی غربت میں زندگی بسر کررہی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 10 اپریل، صفحہ 17)

14 اپریل: مسلم لیگ ن کے رہنما اور وزیر لیفٹننٹ جنرل ریٹائرڈ عبدالقادر بلوچ نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں کہا ہے کہ عالمی معیار کے مطابق وہ شخص جو 3,000 روپے ماہانہ کماتا ہے غریب ہے لیکن اس کا شمار خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں میں نہیں ہوتا۔ پاکستان میں خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد 60 ملین نہیں 29 ملین ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 15 اپریل، صفحہ 3)

- انکم سپورٹ پروگرام

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

13 فروری: وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے کہا ہے کہ حکومت نے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) سے امداد وصول کرنے والوں کے وظیفے میں اضافے کا فیصلہ کیا ہے۔ ماہانہ 1,500 روپے حاصل کرنے والے اب 1,567 روپے حاصل کر پائیں گے۔ پروگرام سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد 30 جون، 2016 تک 5.4 ملین سے بڑھ کر 5.6 ملین ہو جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 14 فروری، صفحہ 4)

22 فروری: BISP (بی آئی ایس پی) کی چیئرپرسن ماروی میمن نے گوادر میں بی آئی ایس پی سے امداد لینے والی عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ مکران ڈویژن میں پروگرام سے مستفید ہونے والوں کی تعداد 26,545 تک پہنچ گئی ہے۔ (ڈان، 23 فروری، صفحہ 5)

26 مارچ: چیئرمین بی آئی ایس پی ماروی میمن نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت پروگرام کے تحت 2.5 ملین گھرانوں کو مالی مدد فراہم کررہی ہے۔ پروگرام کا مقصد مالی مدد حاصل کرنے والے خاندانوں کو مرحلہ وار بہتر اور مناسب روزگار کمانے کے قابل بنانا ہے۔ آمدنی اور گھریلو غربت کے حوالے سے ایک نیا سروے 2017 تک مکمل کرلیا جائے گا۔
(دی ایکسپریس ٹریبون، 27 مارچ، صفحہ 5)

- مائیکروفنانس

24 اپریل: پاکستان پاورٹی ایلی ویشن فنڈ (PPAF) کی عہدیدار سمیعہ لیاقت علی خان نے کہا ہے کہ مائیکروفنانس لوگوں کو بااختیار بنانے اور غربت کے خاتمے کے لیے ایک موثر زریعہ ثابت ہوسکتا ہے لیکن یہ شدید غربت کے شکار افراد پر مزید بوجھ ڈالنے کا سبب بھی بنتا ہے۔ مثلاً بی آئی ایس پی نے غربت کے شکار افراد کو مختلف درجات (پاورٹی اسکورکارڈ) میں تقسیم کیا ہے جو صفر سے 23 ہیں۔ غربت کا شکار کوئی بھی فرد ان میں سے کسی ایک درجے پر ہوتا ہے۔ صفر سے 18 ویں درجے پر آنے والوں کو انتہائی غریب اور پسماندہ شمار کیا جاتا ہے جنہیں امداد دینے کا طریقہ کار ان لوگوں سے مختلف ہوگا جو ان سے بہتر یعنی 19 سے 23 ویں درجے میں شمار ہوتے ہیں۔ مائیکروفنانس طریقہ کار غربت کے شکار ان افراد کے لیے مددگار ہوتا ہے جو 20 اور اس سے اوپر کے درجات میں شمار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ PPAF (پی پی اے ایف) نے فیصلہ کیا ہے کہ مائیکروفنانس سے فائدہ اٹھانے والا فرد لازمی طور پر بالائی درجے سے تعلق رکھتا ہو۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 25 اپریل، صفحہ 3)

غذائی تحفظ

16 جنوری: فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز (FPCCI) کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین احمد جواد نے ایک سیمنار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان میں کئی ملین افراد خاص طور پر بچے اور عورتیں غذائی کمی کی شکار ہیں۔ اس بحران کو حل کرنے میں باغبانی سے متعلق فصلیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ وقت کی ضرورت ہے کہ غذائی فصلوں کا زیرکاشت رقبہ کم کیے بغیر بنجر زمین پر زیادہ سے زیادہ باغات لگائے جائیں۔ پاکستان میں سورج کی روشنی اور افرادی قوت کی بہتات ہے جس سے اس طرح کی فصلیں باآسانی اگائی جاسکتی ہیں۔ پاکستان کی باغبانی سے متعلق برآمدات سالانہ 150 ملین ڈالر ہے جبکہ عالمی سطح پر اس تجارت کا حجم 80 بلین ڈالر ہے۔ (دی نیوز، 17 جنوری، صفحہ 17)

22 جنوری: حکومت نے عورتوں اور بچوں میں غذائی کمی کے خاتمے کے لیے مختلف اقدامات شروع کیے ہیں۔ ماہرین صحت کے مطابق پاکستان اس وقت غذائی کمی کے خاموش بحران سے گزر رہا ہے جو گزشتہ کئی دہائیوں سے بہتر نہیں ہوا۔ ڈبلیو ایف پی نے ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں جس کے تحت پاکستان کو 422.78 ملین ڈالر کی امداد ملے گی۔

(دی ایکسپریس ٹریبون، 23 جنوری، صفحہ 3)

3 مارچ: امریکی محکمہ زراعت کی نمائندہ جوسلین براؤن (Jocelyn Brown) نے نارک میں نیشنل بائیو کنٹرول لیبارٹری کے افتتاح کے موقع پر کہا ہے کہ پاکستان کو 2050 تک مزید 20 ملین اضافی آبادی کو کھلانے کے لیے اپنے موجودہ زمینی وسائل سے پانی کا کم استعمال کرتے ہوئے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان اور امریکی حکومتیں اور ادارے نئی ٹیکنالوجی کو متعارف کرانے کے لیے مل کر کام کر سکتے ہیں۔ حکومت اور عوام کو ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کی خوراک کی ضرورت کو سمجھنا چاہیے۔ غذائی تحفظ کے لیے زرعی شعبہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس سلسلے میں ہماری حکومتیں دوسری حکومتوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا چاہتی ہیں۔ موسمی تبدیلی کی وجہ سے امریکا اور پاکستان کے غذائی تحفظ کو بہت خطرہ ہے۔ (ڈان، 4 مارچ، صفحہ 5)

19 اپریل: صوبائی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی بلوچستان ڈاکٹر حامد اچکزئی نے غذائی کمی دور کرنے کی ایک مہم (سکیلنگ اپ نیوٹریشن) کے آغاز کے موقع پر کہا ہے کہ بلوچستان میں غذائی کمی اپنی بدترین شکل میں موجود ہے جس سے نمٹنے کے لیے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس موقع پر طبی ماہر پروفیسر عائشہ صدیق کا کہنا تھا کہ ملک بھر میں غذائی کمی کی وجہ سے 45 فیصد بچے نشو ونما میں کمی سے متاثر ہیں۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 5)

IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں

غذائی فصلیں

- گندم

4 جنوری: گندم کی بوائی کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون میں کہا گیا ہے کہ سندھ حکومت نے گزشتہ سال 1.1 ملین ہیکٹر کے مقابلے اس سال 1.15 ملین ہیکٹر پر گندم کی بوائی کا ہدف مقرر کیا ہے اور ابتدائی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سال پیداوار ہدف سے بڑھ کر ہوگی۔ جنرل سیکریٹری ایس سی اے نبی بخش سہتو کے مطابق گندم کی بوائی کے حکومتی اعداد و شمار زمینی حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ کسان گزشتہ سال کے تجربات کے نتیجے میں کہ جب انہیں گندم 1,000 روپے فی من فروخت کرنا پڑی تھی، گندم کے بجائے چارے کی فصل کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ (محمد حسین خان،

ڈان، 4 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

11 جنوری: ضلع نوشہرو فیروز میں سال 15-2014 کی ایک ملین سے زیادہ گندم کی بوریاں گوداموں میں یا کھلے آسمان تلے پڑی ہیں۔ محکمہ خوراک کے ایک افسر نے نام مخفی رکھنے کی شرط پر بتایا کہ مختلف گوداموں سے ہزاروں کی تعداد میں گندم کی بوریاں غائب ہوچکی ہیں مگر ذمہ دار افسران کے خلاف کوئی کاروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔ محکمہ خوراک کے کچھ افسران نے نئے گندم کی بوریاں غیر قانونی طور پر تاجروں کو فروخت کرکے ان کی جگہ پچھلے سال کی گندم کی بوریاں رکھ دیں ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 12 جنوری، صفحہ 14)

15 فروری: سندھ اور پنجاب میں گندم کی کٹائی قریب ہے اور ملک میں پہلے ہی پانچ ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔ پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA) سندھ کے چیئرمین ثمن مل کے مطابق پنجاب کے پاس 3.5 ملین ٹن، پاکستان ایگریکلچرل اسٹوریج اینڈ سروسز کارپوریشن (PASSCO) کے پاس 1.5 سے 1.6 ملین ٹن اور سندھ کے پاس 0.5 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔ گندم کے بھاری ذخائر کی ایک وجہ برآمد میں کمی ہے۔ بین الاقوامی منڈی میں گندم کی قیمت میں کمی اور افغانستان کی گندم کی منڈی پر بھارت کا تسلط قائم ہونے کی وجہ سے گندم کے ذخائر کم نہیں ہورہے۔ ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق جولائی تا دسمبر 16-2015 تک حکومت کی طرف سے زرتلافی دینے کے باوجود پاکستان نے صرف 66,000 ڈالر مالیت کی 247 ٹن گندم برآمد کی۔ (ڈان، 16 فروری، صفحہ 10)

خریداری:

29 فروری: وفاقی حکومت نے اس سال گندم کی خریداری کا ہدف 6.95 ملین ٹن مقرر کیا ہے جو گزشتہ سال 6.6 ملین ٹن تھا۔ اس مجموعی ہدف میں سے پنجاب حکومت 4.5 ملین ٹن، سندھ حکومت ایک ملین ٹن، خیبر پختون خواہ حکومت 0.35 ملین ٹن، بلوچستان حکومت 0.10 ملین ٹن اور PASSCO (پاسکو) ایک ملین ٹن گندم کسانوں سے خریدیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 1 مارچ، صفحہ 10)

4 اپریل: وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں حکومت نے 7.05 ملین ٹن

گندم کی خریداری کے لئے 218 بلین روپے کی منظوری دے دی ہے۔ کمیٹی نے صوبائی حکومت سے مشاورتی اجلاس کے بعد بتایا کہ پنجاب 4.5 ملین ٹن، سندھ 1.1 ملین ٹن، خیبر پختون خواہ 0.325 ملین ٹن، بلوچستان 0.1 ملین ٹن اور پاسکو ایک ملین ٹن گندم خریدے گا۔ حکومت نے اس سال گندم کی امدادی قیمت میں کوئی تبدیلی نہ کرتے ہوئے قیمت 1,300 روپے فی من برقرار رکھی ہے۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 10)

13 اپریل: سندھ آبادگار اتحاد سے تعلق رکھنے والے ٹنڈو الہ یار اور ٹنڈو محمد خان کے کسانوں نے سندھ ہائیکورٹ حیدرآباد سرکٹ میں درخواست دائر کی ہے کہ محکمہ خوراک گندم خریداری کے مراکز قائم کرنے میں ناکام رہا ہے اور کسانوں سے گندم خریدنے کے لیے باردانہ فراہم نہیں کیا گیا۔ محکمہ خوراک میں بدعنوانی کی وجہ سے گزشتہ سال بھی ایسی ہی صورتحال تھی۔ عدالت نے سیکریٹری خوراک کو ہدایت کی ہے کہ وہ محکمہ کے کسی فرد کی 21 اپریل کو ریکارڈ کے ساتھ پیشی کو یقینی بنائیں۔ (ڈان، 14 اپریل، صفحہ 19)

17 اپریل: ایس سی اے نے کسانوں سے گندم خریدنے میں ناکامی پر سندھ حکومت کی مزمت کی ہے۔ کسانوں کی جانب سے متعدد بار احتجاج اور وزیر خوراک کے واضح احکامات کے باوجود متعلقہ حکام کسانوں کو باردانہ فراہم نہیں کر رہے ہیں۔ باردانہ نہ ملنے کی وجہ سے کسان مجبور ہیں کہ وہ فصل کھلی منڈی میں سستے داموں فروخت کریں یا فصل کو کھلے میدان میں چھوڑ دیں۔ (ڈان، 18 اپریل، صفحہ 17)

23 اپریل: سابق وزیر اعلی سندھ اور چیئرمین عوامی اتحاد پارٹی لیاقت علی جتوئی نے کہا ہے کہ محکمہ خوراک کے حکام پانچ بلین روپے مالیت کا باردانہ چھوٹے کسانوں کو دینے کے بجائے پہلے ہی بااثر زمینداروں اور تاجروں کو فروخت کرچکے ہیں۔ چھوٹے کسان اب تک باردانے سے محروم ہیں۔ کسانوں کو بھاری نقصان سے بچانے کے لیے بڑے پیمانے پر کی گئی اس بدعنوانی کی تحقیقات کی جانی چاہیے۔ (ڈان، 24 اپریل، صفحہ 19)

25 اپریل: بہاولپور میں گندم کٹائی مہم کے افتتاح کے موقعے پر کسانوں سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ کسانوں کو فی ایکڑ باردانے کی تعداد آٹھ سے بڑھا کر دس کردی گئی ہے اور نقل و حمل کی مد

میں فی بوری دی جانے والی رقم 7.5 روپے سے بڑھا کر 9.0 روپے کردی گئی ہے۔ پنجاب حکومت نے گندم خریداری کے 377 مراکز قائم کیے ہیں۔ (ڈان، 26 اپریل، صفحہ 5)

- چارہ

14 مارچ: ایک مضمون کے مطابق پنجاب میں چارے کی پیداوار مشکلات کا شکار ہے۔ چارے کے زیر کاشت رقبے میں نمایاں کمی ہورہی ہے جو پانچ ملین ایکڑ سے کم ہوکر 4.3 ملین ایکڑ ہوگیا ہے۔ کیڑوں، بیماریوں کا حملہ اور مناسب بیج نہ ہونے کی وجہ سے پیداوار اور کھپت میں فرق بہت بڑھ گیا ہے۔ چارے کی پیداوار میں کمی سے مال مویشیوں کے غذائی کمی کے شکار ہونے کا اندیشہ ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 14 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- دالیں

23 اپریل: دالوں کی تھوک قیمتوں میں 20 سے 30 روپے فی کلو کا اضافہ ہوگیا ہے۔ خبر کے مطابق رمضان کی آمد کے پیش نظر آڑھتیوں اور ذخیرہ اندوزوں نے قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ بڑی مقدار میں دالوں کی درآمد کے باوجود قیمت میں اضافہ ہورہا ہے۔ ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق مالی سال 2016 میں جولائی تا مارچ کے دوران 702,109 ٹن دالیں درآمد کی گئیں جو گزشتہ سال اسی مدت کے مقابلے 51 فیصد زیادہ ہے۔ (ڈان، 24 اپریل، صفحہ 10)

پھل سبزی

آلو:

4 جنوری: ایک مضمون کے مطابق کسان اور پنجاب حکومت امید کررہے ہیں کہ اس سال پنجاب میں آلو کی اضافی پیداوار ہوگی۔ حکومت اور کسانوں کی طرف سے اس سال آلو کی پیداوار کے لگائے گئے اندازے مختلف ہیں لیکن دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اس موسم میں آلو کی پیداوار ضرورت سے زیادہ ہوگی۔ وزیر زراعت پنجاب ڈاکٹر فرخ جاوید کے مطابق 400,000 ایکڑ زمین پر آلو کاشت کیا گیا ہے جس سے 3.6 ملین ٹن پیداوار متوقع ہے جبکہ آلو کی ملکی کھپت 2.3 ملین ٹن ہے۔ اگر 500,000 ٹن آلو بیج کے لیے رکھا جائے تو بھی برآمد کے لیے کافی آلو بچ جاتا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق حکومت کے لیے یہ بہتر موقع ہوسکتا ہے کہ وہ آلو کی چنائی کے ساتھ ہی اضافی آلو برآمد

کرنے کے لیے منصوبہ بندی کر لے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 4 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

پیاز:

14 مارچ: ایک مضمون کے مطابق پیاز کی کچھ نئی اقسام تیار کی گئی ہیں جنہیں شمالی علاقہ جات میں غیر ملکی امدادی ادارے کی مدد سے متعارف کیا جارہا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی ترقیاتی ایجنسی نے لوئر دیر میں وادی تلاش میں مقامی کسانوں کو فصل کی پیداوار کے ذریعے خود مختار بنانے کے لائیولی ہوڈ پروجیکٹ ہندوکش (LPH) کا آغاز کیا ہے جس میں نئی اقسام کی پیاز متعارف کرائی گئی ہیں۔ 2015 میں بیج کی عالمی کمپنی میکنیس کال سیڈز (MKS) نے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت مقامی کسانوں کے ذریعے ابتدائی طور پر 5.5 ایکڑ زمین پر پیاز اگانے کے منصوبے پر کام کیا جس میں کسانوں کو پوری پیداواری لاگت دینے کی ضمانت بھی دی گئی تھی۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 14 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

آم:

21 مارچ: شجاع آباد، پنجاب میں آم کے تحقیقی مرکز (مینگو ریسرچ اسٹیشن) کے نگراں عبدالغفار گریوال کے مطابق اس سال پائیدار موسمی حالات، ہلکی دھند، کم بارش اور کاشتکاروں کے بہتر انتظامات کی وجہ سے اندازے سے بڑھ کر آم کی پیداوار متوقع ہے۔ امید ہے کہ پیداوار میں پچھلے سال کے مقابلے 40 سے 50 فیصد اضافہ ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 22 مارچ، صفحہ 11)

11 اپریل: ایک مضمون کے مطابق سندھ کے باغات میں موسمی تبدیلی کی وجہ سے آم کے درختوں پر ابھی سے پھول اور پھل نظر آنے لگے ہیں جو باغبانوں خاص کر درمیانے درجے کے باغات کے مالکان کے لیے پریشان کن ہوسکتا ہے۔ ٹنڈو جام میں محکمہ زراعت کے تحقیقی شعبے سے وابستہ محقق ایل کے شرما نے نشاندہی کی ہے کہ درختوں پر پھول اور پھل میں 40 فیصد کمی واضح ہے۔ اس کمی سے اتفاق کرتے ہوئے آم کے کاشتکار غلام سرور ابڑو نے کہا ہے کہ عموماً ایک ایکڑ پر 8,000 کلوگرام آم پیدا ہوتا ہے لیکن اس سال اندازہ ہے کہ 4,500 سے 5,000 کلوگرام فی ایکڑ آم کی پیداوار ہوگی۔ (محمد حسین خان ڈان، 11 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

کینو:

10 جنوری: کینو اگانے والے کسانوں کی تنظیم (کینو گروورز ایسوی ایشن) کے صدر حامد سلیم وڑائچ نے کہا کہ پنجاب میں کینو کے باغات میں کئی طرح کی بیماریاں پھیلنے سے پچھلے سال کے مقابلے پیداوار میں خاطر خواہ کمی ہوئی ہے۔ پودوں کی ایک انتہائی مہلک بیماری (سٹرس کینکر) کینو کے پیداواری علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہے۔ کینو بیماریوں کے حوالے سے حساس اور کمزور پھل ہے۔ کسانوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ کینو کی بیماری پر تحقیق کرائی جائے تاکہ پیداوار کو تباہی سے بچایا جاسکے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 جنوری، صفحہ 5)

25 جنوری: وزیر زراعت پنجاب فرخ جاوید نے کینو اگانے والوں کو درپیش مسائل پر ہونے والے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کینو کی پیداوار اور برآمد معیشت کے لیے بہت اہم ہے۔ کینو اگانے والوں کے لیے 11 بلین روپے کے پیکج پر غور کیا جارہا ہے جو جدید آلات کی خریداری پر زرتلافی کی صورت دیا جائے گا۔ ملک میں کینو کی تین ملین ٹن پیداوار کا 50 فیصد سرگودھا میں پیدا ہوتا ہے۔ سٹرس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر الطاف رحمٰن کے مطابق ضلع سرگودھا میں 238,000 ایکڑ پر کینو کاشت کیا گیا ہے اور کسانوں میں آگاہی کے لیے تمام وسائل استعمال کیے جارہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 26 جنوری، صفحہ 11)

26 جنوری: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کی طرف سے کینو کے باغات کے معائنے کے لیے بنائی گئی کمیٹی کو ڈائریکٹر جنرل اگریکلچر ایکسٹینشن پنجاب نے بتایا ہے کہ سرگودھا میں کینو کے باغات میں پھیلنے والی بیماری سٹرس کینکر بروقت اقدامات کی وجہ سے 45 فیصد سے کم ہوکر 20 فیصد رہ گئی ہے۔ (ڈان، 27 جنوری، صفحہ 10)

زیتون:

3 فروری: PARC (پارک) کے ترجمان نے کہا ہے کہ پارک زیتون کی کاشت کے منصوبے کے تحت 2019 تک 50,000 ایکڑ پر زیتون کے پودے لگائے گا۔ فروری سے مارچ کے دوران 700,000 زیتون کے نئے پودے لگائے جائیں گے۔ منصوبے کے تحت پنجاب، خیبر پختون خواہ، فاٹا اور بلوچستان میں 7,166 ایکڑ پر زیتون کے پودے لگائے جاچکے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 فروری، صفحہ 10)

2 اپریل: قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ارکان نے کمیٹی کی سفارشات پر عمل نہ ہونے اور اہم معاملات پر بحث کے لیے کراچی میں طے شدہ اجلاس کے اچانک ملتوی ہونے پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اس اجلاس میں پارک کے جانب سے غیر معیاری زیتون کے پودوں کی درآمد اور محکمہ تحفظ نباتات (DPP) کے ڈائریکٹر جنرل کی تقرری پر بحث ہونا تھی جو ایک فارغ التحصیل ہوا باز ہیں نہ کہ نباتاتی سائنسدان۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 اپریل، صفحہ 11)

کھجور:

22 فروری: ایک مضمون کے مطابق حکومت سندھ خیرپور میں کھجور کی پیداواری صلاحیت میں ممکنہ اضافے کے پیش نظر ایک نجی کمپنی کے اشتراک سے کھجور خشک کرنے کا کارخانہ (ڈی ہائیڈریشن پلانٹ) قائم کررہی ہے جہاں پھل صاف کرنے، دھونے کے ساتھ ساتھ سرد خانے کا بھی انتظام ہوگا۔ منصوبے کے لیے چار ایکڑ زمین فراہم کی گئی ہے۔ پاکستان میں سالانہ 535,000 ٹن کھجور پیدا ہوتی ہے جس میں سے صرف 86,000 ٹن کھجور برآمد کی جاتی ہے۔ پیکنگ کے معیار میں اضافے کرکے کھجور کی برآمد 28 ملین ڈالر سے 200 ملین ڈالر تک بڑھائی جاسکتی ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 22 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

خوبانی:

4 اپریل: ایک مضمون کے مطابق پاکستان دنیا میں خوبانی پیدا کرنے والا چھٹا بڑا ملک ہے اس کے باوجود پھلوں کی برآمد میں اس کا حصہ انتہائی معمولی ہے۔ روایتی طریقہ کاشتکاری سے گلگت بلتستان میں سالانہ تقریباً 16 سے 57 فیصد تازہ پھل ضائع ہوجاتے ہیں۔ پھلوں کو عموماً خود ہی خشک ہونے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس عمل سے اس میں مٹی دھول شامل ہونے کا امکان ہوتا ہے اور پھل کا معیار متاثر ہوتا ہے۔ گلگت بلتستان کے تمام اضلاع میں پھلوں کو محفوظ اور پیک کرنے کے لیے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ (زوبیر حسنین، ڈان، 4 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

نقد آور فصلیں

- گنا

31 دسمبر: سندھ میں گنے کے کاشتکاروں نے وفاقی حکومت سے گنے کی امدادی قیمت کے معاملے میں مداخلت کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ شوگرملوں کی جانب سے کسانوں کا استحصال کیا جارہا ہے۔ نائب صدر ایس سی اے قبول محمد کے مطابق کسانوں کے احتجاج کے باوجود کوئی ان کے تحفظات سننے کو تیار نہیں۔ خیبر پختون خواہ اور پنجاب حکومت نے رواں سال گنے کی امدادی قیمت 180 روپے فی من مقرر کردی ہے لیکن سندھ حکومت گنے کی امدادی قیمت مقرر کرنے سے گریزاں ہے۔ سندھ میں کسانوں کو ملوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو ابھی تک 155 سے 160 روپے فی من گنا کسانوں سے خرید رہے ہیں۔ (ڈان، 1 جنوری، صفحہ 10)

- کپاس

پیداوار:

4 جنوری: پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن (PCGA) کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق ملک بھر میں اس سال کپاس کی 9.279 ملین گانٹھوں کی پیداوار ہوئی ہے جو پچھلے سال کی پیداوار کے مقابلے 33.5 فیصد کم ہے۔ غیر معیاری بیج اور کیڑے مار ادویات کے ساتھ ساتھ بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے بھی پنجاب میں پیداوار کم ہوئی۔

(ڈان، 5 جنوری، صفحہ 10)

3 فروری: ایک مضمون کے مطابق کپاس کی فصل خراب ہونے کی وجہ سے پنجاب کے ہزاروں کسانوں کو بہت زیادہ پریشانی کا سامنا ہے۔ خاص طور پر چھوٹے کسان جنہوں نے قرضے لیے تھے فصل کی تباہی کے بعد زمین اور جانور بیچ کر قرضوں کی ادائیگی کر پائے۔ ملتان کے کسان نمائندے خواجہ شہاب کے مطابق انہوں نے ماضی میں بہت سے اتار چڑھاو دیکھے خراب موسم اور مسلسل بارشوں کا سامنا کیا لیکن کسانوں کے مسائل سے حکومت کی چشم پوشی نے ان کی بدقسمتی پر مہر لگادی ہے۔ 15 جنوری کے سرکاری اعداد وشمار کے مطابق صوبہ پنجاب میں کپاس کی پیداوار جو گزشتہ سال 11 ملین گانٹھیں تھی کم ہوکر 5.7 ملین گھانٹھوں پر آگئی ہے۔ (افشاں صبوحی، ڈان، 3 فروری، صفحہ 3)

3 فروری: PCGA (پی سی جی اے) کے مطابق ملک میں کپاس کی پیداوار 33 فیصد تک کمی کا شکار ہوئی۔ پیداوار میں اتنی بڑی کمی سے صرف معیشت کو ہی نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس کے سماجی اثرات بھی ظاہر ہونگے۔ کپاس کے ماہرین کے مطابق پیداوار میں کمی سے مجموعی قومی پیداوار کو چھ بلین ڈالر کا نقصان ہوسکتا ہے۔ (ڈان، 4 فروری، صفحہ 10)

6 مارچ: مسلم لیگ ن کے قومی اسمبلی اور قائمہ کمیٹی برائے ٹیکسٹائل وصنعت کے رکن سردار محمد شفقت حیات خان نے کہا ہے کہ پنجاب میں بی ٹی کپاس پر گلابی سنڈی کے حملے نے کسانوں کو برباد کردیا ہے۔ زرعی تحقیقی مراکز معیاری مقامی بیج کی پیداوار میں ناکام رہے ہیں اور کیڑوں کے حملے نے کاشتکاروں کو زرعی ادویات کے اضافی استعمال پر مجبور کردیا ہے۔ قائمہ کمیٹی نے وزارت ٹیکسٹائل وصنعت کی جانب سے گلابی سنڈی سے بچاؤ کے لیے تحقیقی منصوبے کو اس لیے رد کردیا تھا کہ حکومتی ادارے کو دیے گئے پیسے فصلوں سے کیڑے، بیماریاں ختم کرنے کے بجائے کہیں اور استعمال ہورہے ہیں۔ ذرائع کے مطابق قائمہ کمیٹی نے مالی سال 17-2016 کے لیے گلابی سنڈی سے بچاؤ کے لیے مجوزہ تحقیقی منصوبے کے لیے رقم کی منظوری نہیں دی تھی۔ (ڈان، 7 مارچ، صفحہ 10)

- سورج مکھی

18 جنوری: محکمہ زراعت سندھ کے اعداد وشمار واضح کرتے ہیں کہ صوبے میں سورج مکھی کا زیر کاشت رقبہ جو 11-2010 میں 268,964 ہیکٹر تھا متواتر کم ہوکر 15-2014 میں 118,578 ہیکٹر ہوگیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ 2010 کے سیلاب کے بعد جب چاول کی فصل تباہ ہوگئی تھی ایک غیر سرکاری تنظیم نے دریائے سندھ کے دائیں طرف 92,000 ایکڑ زمین کے لیے سورج مکھی کے بیج کسانوں کو مفت فراہم کیے تھے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 18 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

V۔ تجارت

24 جنوری: خوراک کے تحفظ کے لیے حکومتی پالیسیاں پائیدار نہ ہونے کی وجہ سے باغبانی شعبے کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ وفاق ایوان ہائے تجارت وصنعت، پاکستان کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین احمد جواد نے حال ہی میں ہونے والے ڈبلیو ٹی او کے اجلاس کے حوالے سے کہا ہے کہ اجلاس میں ترقی پذیر ممالک کو 2018 تک زرعی

شعبے کو زرتلافی دینے کی چھوٹ دی گئی ہے۔ یہ حکومت کے لیے موقع ہے کہ وہ زراعت کو ترجیح دے اور مجموعی قومی پیداوار میں اضافے کے لیے غذائی تحفظ پر مبنی موثر حکمت عملی بنائے ورنہ 2018 میں کسانوں کو زرتلافی فراہم کرنے کی چھوٹ ختم ہونے کے بعد منڈی میں زرعی پیداوار برآمد کرنے کے لیے پاکستان کو مسابقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔
(دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 جنوری، صفحہ 11)

13 فروری: دبئی میں پاکستان کے کمرشل کونسلر سعید قادر کے مطابق پاکستانی کھانے اور مشروبات کی متحدہ عرب امارات کو برآمدات میں پچھلے تین سالوں میں 27 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان کی غذائی اور زرعی مصنوعات کی برآمد گزشتہ سال 0.5 بلین ڈالر تک پہنچ گئی ہے جو 2012 میں 362.4 ملین ڈالر تھی۔ پاکستان اپنی روایتی زرعی مصنوعات گوشت، مرغبانی سے متعلق مصنوعات، چائے، دودھ، بالائی، پھل سبزیاں، جڑی بوٹیاں اور مٹھائیوں کی برآمد میں اضافہ کررہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 فروری، صفحہ 11)

20 فروری: روس میں تعینات پاکستانی سفیر قاضی ایم خلیل اللہ نے کہا ہے کہ روس پاکستانی مصنوعات کی بہت بڑی منڈی ہے جس کا شمار دنیا کی دس بڑی معیشتوں میں ہوتا ہے۔ روس سالانہ 175 بلین ڈالر کی اشیاء درآمد کرتا ہے جس میں پاکستان کا حصہ صرف 0.06 فیصد ہے۔ پاکستانی تاجروں کو چاہیے کہ وہ روس کے ساتھ تجارت کو فروغ دیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 فروری، صفحہ 11)

برآمدات

- چاول

25 جنوری: ایک مضمون کے مطابق ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) نے انڈونیشیا کی سرکاری کمپنی بولوگ (Bulog) کو 400 ملین ڈالر مالیت کے ایک ملین ٹن چاول برآمد کرنے کا معاہدہ کیا ہے جس سے چاول کی برآمد 2015 کے مقابلے 15 فیصد بڑھ جائے گی۔ ہمسایہ ملک ایران بھی امید کی ایک کرن ہے جس نے پاکستان سے چاول کی درآمد کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ چیئرمین رائس ایکسپورٹرز ایسوی ایشن آف پاکستان (REAP) نے کہا ہے کہ پاکستان ایران کو 1.2 ملین ٹن چاول برآمد کرسکتا ہے جس میں سرمائے کی کمی جیسی رکاوٹیں حائل ہیں۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 25

جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

30 جنوری: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کی سربراہی میں ایک وفد جلد ایران کا دورہ کرے گا۔ وفد زرعی مصنوعات کی برآمد میں رکاوٹیں دور کرنے کے لیے ایرانی وزارت خوراک کے حکام سے مذاکرات کرے گا۔ وفد چاول کی برآمد پر بھی بات چیت کرے گا۔ ایران میں زرعی اشیاء اور چاول کی بہت مانگ ہے۔ 9-2008 میں ایران کو پاکستانی برآمدات 400 ملین ڈالر تھی جو کم ہوکر 14-2013 میں 53 ملین ڈالر پر کھڑی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 31 جنوری، صفحہ 11)

18 فروری: چیئرمین REAP (ریپ) محمد شفیق نے حکومت سے چاول کے برآمد کنندگان کو سیلز ٹیکس کی چھوٹ دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چاول برآمد ہونے والی دوسری بڑی جنس ہے جس سے سالانہ دو بلین ڈالر آمدنی حاصل ہونے کے باوجود سہولیات نہیں فراہم کی جارہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 19 فروری، صفحہ 10)

17 مارچ: ریپ کا 19 رکنی وفد نائب چیئرمین نعمان احمد شیخ کی سربراہی میں پاکستانی چاول کے فروغ کے لیے چین روانہ ہوگیا ہے۔ یہ ملاقاتی وفد ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (TDAP) کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 مارچ، صفحہ 13)

31 مارچ: ریپ کا وفد چین سے بہت سے برآمدی آرڈر لے کر واپس آیا ہے۔ پاکستانی چاول کے لیے چین ایک پرکشش منڈی ہے جو سالانہ 500,000 ٹن چاول برآمد کرتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 اپریل، صفحہ 13)

- چینی

1 فروری: ایک مضمون کے مطابق دسمبر میں حکومت نے چینی کی برآمد پر 6.5 بلین روپے کی زرتلافی دینے کا اعلان کیا جس کے فورا بعد اس کی قیمت بڑھ کر 50.50 روپے فی کلو سے 54.75 روپے ہوگئی۔ چند تجزیہ نگاروں کے مطابق قیمتوں میں اضافے کے پیچھے مل مالکان کا ہاتھ ہے حالانکہ اسٹیٹ بینک کے مراسلے کے مطابق اب تک شوگر

ل مالکان کو برآمدات پر نہ ہی زرتلافی دی گئی ہے اور نہ ہی برآمد میں اضافہ ہوا۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 1 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 مارچ: وفاقی وزیر تجارت خرم خان دستگیر کی سربراہی میں ہونے والے اجلاس میں بتایا گیا کہ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی (ECC) کی جانب سے چینی کی برآمد پر 13 روپے فی کلو زرتلافی کے اعلان کے بعد سے اب تک 198.387 ٹن چینی برآمد کی جاچکی ہے۔ اس وقت ملک میں 3.55 ملین ٹن چینی کا ذخیرہ موجود ہے جو رواں سال نومبر تک کے لیے کافی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 26 مارچ، صفحہ 10)

12 فروری: خوردہ فروشوں نے چینی کی قیمت کی 58 روپے فی کلو سے 65 روپے فی کلو تک بڑھا دی ہے۔ دو ملین ٹن ذخیرے اور چینی کی گرتی ہوئی عالمی قیمت کے باوجود خریدار زیادہ قیمت پر چینی خریدنے پر مجبور ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 13 فروری، صفحہ 10)

- پھل سبزی

21 جنوری: چیئرمین آل پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوی ایشن (PFVA) وحید احمد نے ایک پریس ریلیز میں کہا کہ وہ ایران کے ساتھ تقریبا 80 ملین ڈالر کی برآمدات کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایران کے ساتھ بینکاری رابطوں کو بحال کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان سالانہ 50 ملین ڈالر کے 80,000 ٹن کینو، 10.3 ملین ڈالر مالیت کے 15,000 ٹن آم، 30,000 ڈالر مالیت کا آم کا گودا اور 11.125 ملین ڈالر مالیت کا 15,000 ٹن امرود ایران کو برآمد کرسکتا ہے۔ (ڈان، 22 جنوری، صفحہ 10)

2 فروری: خبر کے مطابق پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائن (PIA) یومیہ تقریبا 100,000 ڈالر مالیت کے 50 ٹن پھل اور سبزی برآمد کرتی ہے لیکن پی آئی اے کی نجکاری کے خلاف احتجاجاً پروازیں روانہ نہ ہونے کی وجہ سے پھل اور سبزی برآمد کرنے والوں کو شدید پریشانی کا سامنا ہے۔ (ڈان، 3 فروری، صفحہ 10)

آلو:

5 جنوری: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے کہا ہے کہ حکومت آلو کی برآمد پر کوئی محصول نہیں لگارہی ہے اور نہ ہی آلو کی درآمد کا کوئی ارادہ رکھتی ہے۔ پچھلے سال 250,000 ٹن آلو برآمد کیا تھا اس سال بھی تقریباً اتنی ہی مقدار برآمد ہونے کی امید ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 6 جنوری، صفحہ 10)

9 فروری: وزیر زراعت پنجاب فرخ جاوید نے دعویٰ کیا ہے کہ صوبہ پنجاب نے دو ماہ میں 78,130 ٹن آلو برآمد کیے ہیں۔ اس سال آلو کی برآمد 300,000 ٹن تک ہوسکتی ہے جن ممالک کو آلو برآمد کیا گیا ان میں سری لنکا، ملیشیا، روس، بحرین، قطر، امان، کویت اور متحدہ عرب امارات شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 10 فروری، صفحہ 5)

7 مارچ: وزیر زراعت پنجاب فرخ جاوید کے مطابق پاکستان نے پچھلے تین ماہ میں 120,000 ٹن آلو برآمد کیے ہیں۔ بغیر محصول برآمد اور حکومت کی جانب سے سہولیات کی فراہمی کے مثبت نتائج سامنے آئے۔ اس سال آلو 400,000 ایکڑ رقبے پر کاشت کیا گیا جو گزشتہ سال سے 3.5 فیصد زیادہ ہے۔ (ڈان، 8 مارچ، صفحہ 10)

- سمندری خوراک

8 فروری: سمندر میں مچھلی کے شکار میں کمی کی وجہ سے پاکستان کی سمندری خوراک کی برآمد میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ وفاقی ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق سمندری خوراک کی برآمد گزشتہ مالی سال کے ابتدائی چھ ماہ میں آٹھ فیصد کم ہوکر 70,102 ٹن سے 64,508 ٹن ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 فروری، صفحہ 13)

14 اپریل: ایک خبر کے مطابق سعودی عرب نے پاکستان سے جھینگے کی درآمد پر پابندی عائد کردی ہے۔ متعلقہ حلقوں کے لیے یہ پابندی پریشان کن ہے کیونکہ دیگر ممالک بھی اس عمل کی تقلید کرسکتے ہیں۔ یہ پابندی جانوروں کی صحت کے عالمی ادارے ورلڈ آرگنائزیشن فار اینمل ہیلتھ (OIE) کی جانب سے ان معلومات کے پرچار کے بعد لگائی گئی ہے کہ پاکستانی جھینگے میں سفید دھبوں کی بیماری (وائٹ اسپاٹ ڈیزیز) ابھر آئی ہے۔ پاکستان نے سعودی عرب کو 2015 میں 7.494 ملین ڈالر کی مالیت پر مبنی 2,016 ٹن سمندری خوراک برآمد کی تھی جس میں 189 ٹن جھینگے شامل

تھے۔ (ڈان، 15 اپریل، صفحہ 10)

- حلال اشیاء

25 جنوری: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی نے سینٹر عثمان سیف اللہ کی سربراہی میں پاکستان حلال اتھارٹی (PHA) بل 2015 منظور کرلیا ہے۔ گزشتہ سال دسمبر میں اس بل کو قومی اسمبلی پاس کرچکی ہے جسے اب سینٹ میں پیش کیا جائے گا۔ کمیٹی ارکان کا کہنا تھا کہ ایسے قوانین بنانے چاہیئے جو اشیاء کی تیاری کے دوران حرام اجزا کے استعمال کو روک سکیں۔ کمیٹی کو بتایا گیا کہ بل میں حرام اجزا سے بنی اشیاء فروخت کرنے والے کو تین سال قید اور ایک ملین روپے جرمانے کی سزا موجود ہے۔ (ڈان، 26 جنوری، صفحہ 3)

2 فروری: گلوبل اسلامک اکانومی کی تازہ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں حلال غذا اور دیگر حلال مصنوعات کے استعمال میں 2019 تک 10.8 فیصد سالانہ اضافہ ہوسکتا ہے۔ 2013 کے اعداد و شمار کے مطابق انڈونیشیا 190 بلین ڈالر، ترکی 168، پاکستان 108 اور ایران 97 بلین ڈالر مالیت کی حلال مصنوعات کی منڈی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 فروری، صفحہ 11)

8 فروری: ایک مضمون کے مطابق PHA (پی ایچ اے) بل کے نفاذ کے لیے صرف سینٹ سے منظوری باقی ہے۔ بل سینٹ سے منظوری کے بعد بھی شاید جلد نافذ نہ کیا جاسکے کیونکہ پی ایچ اے حکومتی اداروں کے مابین مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہے۔ پاکستان نیشنل ایکریڈیشن کونسل (PNAC) جو حلال اشیاء کو سند فراہم کرتی ہے، کا تعلق وزارت سائنس و ٹیکنالوجی سے ہے نہ کہ وزارت مذہبی امور سے اور پی ایچ اے کی صدارت بھی وفاقی وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی ہی کریں گے۔ اس صورتحال میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال اشیاء کی تجارت کو درست طریقے سے فروغ دیا جاسکے گا؟ سیکریٹری وزارت سائنس و ٹیکنالوجی فضل عباس مکین کے مطابق وزارت کے پاس ایسی درآمدی اشیاء کے خلاف کارروائی کرنے کے اختیارات بھی نہیں ہیں جن میں حرام اجزا پائے جاتے ہوں۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 8 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

22 فروری: پاکستان کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (PCSIR) اور اسلامک فوڈ اینڈ نیوٹریشن کونسل آف امریکہ (IFANCA) کے تعاون سے منعقد کی گئی انٹرنیشنل کانفرنس آن حلال فوڈز، فارماسوٹیکل اینڈ کاسمیٹکس کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر سائنس و ٹیکنالوجی رعنا تنویر حسین نے کہا ہے کہ پاکستان حلال اتھارٹی اگلے دو ماہ میں کام شروع کردے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 23 فروری، صفحہ 11)

درآمدات

25 فروری: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے تجارت نے بلوچستان کے کسانوں کو تحفظ دینے کے لیے ایران سے سیب کی درآمد پر 35 فیصد محصول عائد کرنے کی سفارش کی ہے جس کا مطالبہ بلوچستان کے کسان کرتے چلے آرہے تھے۔ کسان نمائندوں کے مطابق مقامی کسان سیب، انگور، ٹماٹر، آلو اور پیاز کی بلا روک ٹوک درآمد، سمگلنگ اور خشک سالی سے پریشان ہیں۔ پاکستان کو بھی ایران جیسی پالیسی اپنانی چاہیے جیسے کہ ایران نے پاکستانی چاول اور کینو کی درآمد پر پابندی عائد کردی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 26 فروری، صفحہ 10)

- کپاس

29 جنوری: ملک میں کپاس کی پیداوار میں بھاری کمی کی وجہ سے اس کی درآمد میں اضافہ ہوا ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق جولائی سے دسمبر 2015 کے دوران کپاس کی درآمد 194,465 ٹن رہی جس کی مالیت 310 ملین ڈالر تھی جبکہ گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران کپاس کی درآمد 113 ملین ڈالر پر مبنی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 30 جنوری، صفحہ 10)

- سویابین

21 فروری: پاکستانی درآمد کنندگان نے برازیل سے 60,000 ٹن سویابین درآمد کرنے کا سودا کیا ہے جو مئی میں پاکستان پہنچے گا۔ پاکستان گزشتہ کچھ ماہ میں سویابین کا بڑا خریدار رہا ہے جب سے مقامی کمپنیوں نے کنولا کے مقابلے سویابین کے استعمال میں اضافہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 فروری، صفحہ 22)

- چائے

19 مارچ: عالمی منڈی میں چائے کی قیمت کم ہونے کے بعد پاکستان میں چائے کی فی کلو قیمت میں 140 سے 150 روپے کی کمی ہوگئی ہے۔ ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق 14-2013 سے ملک میں چائے کی درآمد میں اضافے کا رجحان جاری ہے۔ جولائی تا جنوری 16-2015 پاکستان نے 326 ملین ڈالر مالیت کی 152,243 ٹن چائے درآمد کی جو گزشتہ سال 92,598 ٹن تھی۔ (ڈان، 19 مارچ، صفحہ 10)

- پٹ سن

14 جنوری: بنگلہ دیش نے نومبر 2015 میں پٹ سن کی برآمد پر پابندی لگانے سے پہلے پاکستان کے لیے بک کرائی گئی 11,000 ٹن پٹ سن پاکستان برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ پاکستان جوٹ ملز ایسوی ایشن (PJMA) کے مطابق یہ صنعت 125,000 ٹن سالانہ پٹ سن پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جو تقریباً 25,000 افراد کو روزگار فراہم کرتی ہے اور بلا واسطہ ایک لاکھ افراد کا روزگار اس صنعت سے جڑا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 جنوری، صفحہ 11)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

12 فروری: الغازی ٹریکٹر کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق فروخت میں واضح کمی کے باوجود 2015 میں کمپنی نے 1.6 بلین روپے کا خالص منافع کمایا جو پچھلے سال کی نسبت 1.1 فیصد زیادہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 فروری، صفحہ 11)

غذائی کمپنیاں

18 اپریل: مسابقتی کمیشن (CCP) نے چار دودھ فروخت کرنے والی کمپنیوں کو اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کیا ہے۔ پانچ میں سے چار دودھ فروخت کرنے والی بڑی کمپنیاں چائے کو سفید رنگ دینے والا محلول (ٹی وائٹنر) دودھ کے نام پر فروخت کرکے صارفین کو دھوکہ دے رہی تھیں۔ جن کمپنیوں کو نوٹس دیا گیا ان میں شکرگنج فوڈ پروڈکٹس لمیٹڈ، حلیب فوڈز لمیٹڈ، نون پاکستان لمیٹڈ اور اینگرو فوڈز لمیٹڈ شامل ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 اپریل، صفحہ 11)

- نیسلے

16 فروری: نیسلے پاکستان کے مطابق کمپنی نے سال 2015 میں پانچ فیصد اضافے کے ساتھ 8.76 بلین روپے خالص منافع کمایا جبکہ گزشتہ سال 2014 میں کمپنی نے 7.92 بلین روپے کا منافع کمایا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 فروری، صفحہ 10)

- اینگرو فوڈز

18 فروری: اینگرو کارپوریشن کے 31 دسمبر، 2015 کو ختم ہونے والے سال میں بعد از ٹیکس منافع میں 122 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ کمپنی نے 17.3 بلین روپے منافع کمایا جو گذشتہ سال 7.8 بلین روپے تھا۔ (ڈان، 19 فروری، صفحہ 10)

5 مارچ: ملک میں دودھ کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے اینگرو فوڈز بڑے پیمانے پر جدید باڑے (ڈیری فارمز) قائم کرنے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ اینگرو فوڈز کا اپنا جدید باڑہ سکھر کے مضافات میں ہے جہاں چار ہزار گائیں ہیں جو اینگرو کے ڈبہ بند دودھ کے کارخانے کی بڑی طلب پوری کرتا ہے۔ کمپنی نے سال 2015 میں ریکارڈ 50 بلین روپے کی فروخت کی جو 2014 میں 42.6 بلین روپے تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 مارچ، صفحہ 11)

- فوجی فاؤنڈیشن

4 اپریل: فوجی فرٹیلائزر بن قاسم لمیٹڈ (FFBL) کے ذیلی ادارے فوجی میٹ لمیٹڈ (FML) نے 2 اپریل سے گوشت کی تجارتی پیداوار شروع کردی ہے یہ کارخانہ خصوصاً گوشت کی برآمد کے لیے تعمیر کیا گیا ہے جس پر لاگت کا تخمینہ 75 ملین ڈالر ہے۔ کارخانہ یومیہ 100 ٹن منجمد اور ٹھنڈا گوشت برآمد کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 11)

کھاد کمپنیاں

12 فروری: کھاد بنانے والی کمپنیاں طلب و رسد میں فرق ختم کرنے اور مقامی کمپنیوں کی اجارہ داری کے خاتمے کے لیے نجی کمپنیوں کو کھاد درآمد کرنے کی اجازت دینے کی تجویز کی سخت مخالفت کررہی ہیں۔ اس وقت ملک میں 6 ملین

ٹن سالانہ یوریا کی ضرورت ہے جبکہ مقامی کمپنیوں کی پیداوار 4.5 ملین ٹن ہے بقیہ 1.5 ملین ٹن کھاد TCP (ٹی سی پی) کے تحت درآمد کی جائے گی۔ اس وقت مقامی منڈی میں 50 کلوگرام یوریا کی بوری کی قیمت 1,900 روپے ہے جبکہ بین الاقوامی منڈی میں اس کی قیمت 1,500 روپے ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 13 فروری، صفحہ 10)

- فوجی فرٹیلائزر

26 جنوری: فوجی فرٹیلائزر بن قاسم نے سال 2015 میں 4.06 بلین روپے کے کل منافع کا اعلان کیا ہے جو گزشتہ سال سے ایک فیصد زیادہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 27 جنوری، صفحہ 11)

VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

15 فروری: ایک مضمون کے مطابق عالمی بینک کے قرضے سے شروع کیا گیا SAGP (ایس اے جی پی) اب تک مطلوبہ نتائج نہیں دے سکا ہے۔ منصوبے کے تحت دودھ کو محفوظ بنانے اور اس کی معیاد بڑھانے کے لیے تو اضلاع میں سرد خانے کا قیام بھی شامل تھا۔ منصوبے میں مال مویشی شعبے کو بہتر بنانے کے لیے جاری منصوبے کی رفتار انتہائی سست ہے۔ ایک سال گزر جانے کے باوجود اب تک کوئی سرد خانہ تعمیر نہیں ہوا۔ (محمد حسین خان، ڈان، 15 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 فروری: ایوان صنعت وتجارت لاہور نے نجی شعبے کی توجہ مال مویشی شعبے کی طرف مبذول کرواتے ہوئے کہا ہے کہ اس شعبے میں ترقی سے معیشت کو بہت فائدہ ہوسکتا ہے۔ مال مویشی کا شعبہ مجموعی قومی پیداوار کا 11.4 فیصد ہے۔ منڈی میں پاکستانی گوشت کی بہت مانگ ہے جس کی برآمدات سے زیادہ منافع کمایا جاسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 26 فروری، صفحہ 5)

31 مارچ: وزیراعلی بلوچستان ثناءاللہ زہری نے کوئٹہ میں مال مویشی شعبے پر ہونے والی ایک کانفرنس میں کہا ہے کہ مال مویشی شعبہ ماضی میں نظرانداز کیا جاتا رہا باوجود اس کے کہ صوبے کی 60 فیصد آبادی اس پیشے سے وابستہ ہے۔

وزیرِ اعلیٰ نے اعلان کیا کہ عورتوں کو زراعت اور مال مویشی شعبے کو فروغ دینے کے لیے سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ کانفرنس میں پاکستان میں ایف اے او کے سربراہ پیٹرک ایوانز نے بھی شرکت کی۔ (ڈان، 1 اپریل، صفحہ 5)

9 اپریل: ضلع میرپور خاص، سندھ میں روزانہ کی بنیاد پر مویشی وبائی امراض سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ضلع کے زیادہ تر مویشی ہسپتال غیر فعال ہیں جن کا عملہ تنخواہیں برابر وصول کرتا ہے۔ مویشی خصوصاً گائے، بھینس، بکریاں اور بھیڑیں منہ کھر کی بیماری میں مبتلا ہوکر محکمہ مال مویشی اور ویٹنری حکام کی غیرذمہ داری کی وجہ سے 24 گھنٹوں کے اندر مرجاتے ہیں۔ (دی نیوز، 10 اپریل، صفحہ 5)

● ڈیری

3 مارچ: کمشنر کراچی آصف شاہ نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہر میں دودھ کی قیمت فروخت 80 روپے فی لیٹر مقرر کردی ہے۔ تھوک فروش، خردہ فروش اور شہری انتظامیہ کے مابین پندرہ گھنٹے کے طویل اجلاس میں طے کیا گیا ہے کہ کسان دودھ 70 روپے فی لیٹر کے حساب سے فروخت کرے گا جسے تھوک فروش 75 روپے میں خردہ فروش کو فروخت کرے گا جو دودھ 80 روپے فی لیٹر صارفین کو فروخت کرے گا۔ (ڈان، 4 مارچ، صفحہ 17)

ماہی گیری

19 جنوری: محکمہ ماہی گیری پنجاب کے ڈائریکٹر جنرل محمد ایوب نے کہا ہے کہ صوبے میں مچھلی کے بیج کی بڑھتی ہوئی مانگ اور ماہی گیری شعبے کی ترقی کے لیے منصوبہ بندی کرلی گئی ہے۔ ڈیرہ غازی خان میں 165.592 ملین روپے ہیچری (hatchery) کی تعمیر پر خرچ کیے جائیں گے جبکہ 467 ملین روپے کی لاگت سے لاہور میں ایک بڑی ہیچری اور صوبے کے دیگر اضلاع میں پانچ نرسریاں بنائی جارہی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 جنوری، صفحہ 11)

6 فروری: بھارتی ساحلی محافظوں نے گیارہ پاکستانی ماہی گیروں کو کشتی سمیت گرفتار کرلیا ہے۔ بھارتی حکام کے مطابق ماہی گیروں نے مبینہ طور پر ضلع کچھ کے علاقے جھاکو میں بھارتی سرحد کی خلاف ورزی کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 فروری، صفحہ 2)

20 فروری: میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (MSA) نے 88 بھارتی ماہی گیروں کو حراست میں لے کر 16 کشتیاں ضبط کی ہیں۔ ماہی گیر کشتیاں غیر قانونی طور پر پاکستانی حدود میں داخل ہوئیں تھیں۔ حراست میں لیے گئے ماہی گیروں کو پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 21 فروری، صفحہ 3)

7 مارچ: پاکستان نے 87 بھارتی ماہی گیروں کو جذبہ خیر سگالی کے طور پر رہا کردیا ہے جنہیں واہگہ سرحد کے ذریعے بھارت بھیج دیا گیا۔ ماہی گیروں کے سفری اخراجات ایدھی فاؤنڈیشن نے برداشت کیے۔ ترجمان ایدھی فاؤنڈیشن نے اس حکومتی عمل کو سراہا اور بھارتی حکومت سے پاکستانی ماہی گیر قیدیوں کو رہا کرنے کی درخواست کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 8 مارچ، صفحہ 5)

15 مارچ: پاکستان نے کچھ دن پہلے بھارت کے 87 ماہی گیروں کو آزاد کیا تھا جس کے نتیجے میں بھارت نے نو پاکستانی ماہی گیروں کو خیر سگالی کے جذبے کے تحت رہا کردیا ہے۔ واہگہ سرحد کے ذریعے پاکستان آنے والے ان ماہی گیروں کو پنجاب رینجرز کے حوالے کیا گیا ہے۔ رہائی پانے والے ماہی گیروں کے مطابق بھارت میں بہت سے ماہی گیر دو سال سے زیادہ عرصے سے قید ہیں۔ (ڈان، 16 مارچ، صفحہ 2)

20 مارچ: پاکستان نے مزید 86 بھارتی ماہی گیروں کو رہا کردیا ہے جنہیں واہگہ سرحد سے بھارتی حکام کے حوالے کردیا جائے گا۔ ایک مہینے میں دوسری بار ماہی گیروں کو رہا کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے چھ مارچ کو 87 بھارتی ماہی گیروں کو رہا کیا گیا تھا۔ (ڈان، 21 مارچ، صفحہ 15)

31 مارچ: MSA (ایم ایس اے) نے 59 مزید بھارتی ماہی گیروں کو پاکستانی سمندری حدود کی خلاف ورزی کرنے پر حراست میں لے لیا اور ماہی گیروں کی چار کشتیوں کو بھی ضبط کرلیا گیا ہے۔ ماہی گیروں کے حقوق کے لیے کام کرنے والے ایک سماجی کارکن غلام رسول شیخ کے مطابق اس وقت 150 پاکستانی ماہی گیر بھارتی جیلوں میں موجود ہیں جب کہ 377 سے زیادہ بھارتی ماہی گیر پاکستانی جیلوں میں موجود ہیں۔ (ڈان، 1 اپریل، صفحہ 17)

مرغبانی

25 جنوری: وائس چانسلر یونیورسٹی آف وٹنری اینڈ اینمل سائنسز لاہور (UVASL) پروفیسر طلعت نثار پاشا نے کہا ہے کہ پولٹری مصنوعات کی برآمد کا مناسب نظام پاکستان کو دو بلین ڈالر کا فائدہ دے سکتا ہے۔ پولٹری کی برآمد کے مشرق وسطیٰ، مشرق بعید کے ممالک اور روس میں کافی امکانات ہیں۔ مرغی کے گوشت کی برآمد سے مرغیاں پالنے والوں کی معاشی حالت میں بھی تبدیلی آسکتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کو نجی اداروں کے تعاون سے کام کرنا چاہیے۔ مجموعی زرعی پیداوار میں مال مویشی کا حصہ 55 فیصد ہے جس میں چار فیصد حصہ مرغبانی کا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 26 جنوری، صفحہ 11)

2 فروری: پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) نے مرغیوں کی خوراک کے لیے حکومت سے عالمی منڈی کے نرخ پر 40,000 ٹن گندم کی مانگ کی ہے۔ حکومت گندم کی برآمد پر تاجروں کو زرتلافی فراہم کررہی ہے جس کی وجہ سے حکومت کو گندم 1,300 روپے فی من پڑتا ہے مگر ایسوسی ایشن حکومت سے 1,100 روپے فی من نرخ کی مانگ کررہی ہے۔ ایک سرکاری افسر کے مطابق اس مسئلے پر بحث کے لیے پاسکو اور وزارت خزانہ سے رابطہ کیا جارہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 فروری، صفحہ 11)

28 مارچ: چیئرمین PPA (پی پی اے) سندھ زون محمد جاوید اسلم کے مطابق سندھ میں ماحول کو معتدل رکھنے والے جدید مرغی خانوں کے قیام میں پچھلے چھ سالوں میں اضافہ ہوا ہے۔ سندھ میں ایسے 1,500 مرغی خانے قائم ہیں جب کہ پنجاب میں ان جدید مرغی خانوں کی تعداد 6,000 ہے۔ 30,000 ہزار مرغیوں کی گنجائش والے کے اس جدید مرغی خانے کی تعمیر پر 20 سے 25 ملین روپے لاگت آتی ہے لیکن اس سرمایہ کاری سے انتظامی اخراجات کم ہوجاتے ہیں۔ ملکی تجارتی سطح پر مرغ بانی میں سندھ کا حصہ 40 فیصد ہے۔ (محمد حسین خان، 28 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

VIII۔ ماحول

28 اپریل: سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے منصوبہ بندی و ترقی کی ذیلی کمیٹی کی جانب سے تیار کی گئی رپورٹ کے مطابق گزشتہ 30 سالوں میں سمندر 2.2 ملین ہیکٹر زمین نگل چکا ہے۔ سرکریک سے کراچی تک 254 کلومیٹر طویل ساحلی پٹی

زیادہ خطرہ سے دوچار ہے۔ اس رپورٹ کی تیاری کے لیے پہلی بار زمینی کٹاؤ کے مشاہدے کے لیے سائنسی آلات اور مواصلاتی سیارے سے حاصل کردہ تصویروں کی مدد لی گئی ہے۔ (ڈان، 29 اپریل، صفحہ 5)

29 اپریل: وزیراعلیٰ پنجاب نے لیہ میں زہریلی مٹھائی کھانے سے ہونے والی ہلاکتوں کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو 72 گھنٹوں میں اپنی رپورٹ تیار کرے گی۔ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر (DCO) لیہ نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اموات فصلوں پر چھڑکے جانے والی زہریلی کیمیائی دوا کلوروفیناپر (Chlorofenapyr) کی وجہ سے ہوئیں ہیں جو مٹھائی کے کارخانے میں رکھی گئی تھی اور حادثاتی طور پر مٹھائی میں شامل ہوگئی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 30 اپریل، صفحہ 5)

زمین

1 جنوری: ادارہ تحفظ ماحولیات پاکستان (Pak-EPA) نے سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسلام آباد میں عوامی باغیچے کی زمین پر بجلی گھر کی تعمیر کے لیے غیر اعتراضی سند (این او سی) جاری کردی ہے۔ 2015 میں سپریم کورٹ نے ادارہ ترقیات اسلام آباد (CDA) کی درخوست پر واضح کیا تھا کہ عوامی باغات کی جگہ کو کسی دوسرے مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 جنوری، صفحہ 4)

- فضلہ

14 جنوری: سپریم کورٹ نے مری میں ماحولیاتی آلودگی پر ادارہ تحفظ ماحولیات (EPA) پنجاب کی رپورٹ مسترد کردی ہے۔ عدالت نے ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کو حکم دیا ہے کہ وہ خود مری کے رہائشی علاقوں سے نکاسی آب سملی اور راول ڈیم میں جمع ہونے اور درختوں کے گرنے کی تحقیقات کرکے جامع رپورٹ اگلی سماعت پر جمع کروائیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 جنوری، صفحہ 4)

- جنگلات

16 جنوری: وزیراعلیٰ خیبر پختون خواہ کے مطابق صوبے میں شجرکاری منصوبے کے تحت اب تک 115 ملین درخت

لگائے گئے ہیں۔ مارچ تک ان درختوں کی تعداد بڑھ کر 250 ملین ہو جائے گی۔ (ڈان، 17 جنوری، صفحہ 3)

22 جنوری: قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے موسمی تبدیلی کے ارکان نے وزارت موسمی تبدیلی کی کارکردگی پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ رکن قومی اسمبلی مسرت احمد زیب نے کہا ہے کہ ملک میں جنگلات میں اضافے کے لیے کوئی سمت نظر نہیں آرہی ہے۔ پانی کے وسائل سکڑ رہے ہیں اور درجنوں ندیاں خشک ہوچکی ہیں۔ وزارت کو قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے صوبوں کو ایک صفحے پر لانا چاہیے بجائے اس کے کہ وزارت اپنی ذمہ داریاں صوبوں کو منتقل کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 23 جنوری، صفحہ 4)

24 جنوری: ورلڈ وائڈ فنڈ، پاکستان نے حال ہی میں پنجاب فوریسٹ ایکٹ 1927 میں کی جانے والی ترمیم پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ ادارے کے جاری کردہ بیان کے مطابق امکان ہے کہ یہ ترمیم پنجاب میں جنگلات کے لیے محفوظ زمین کے بربادی کے لیے راہ ہموار کرے گی جس سے صوبے کی حیاتیاتی تنوع پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ ترمیم کے ذریعے سیکشن 27 اور 34 اے منسوخ کرکے سب سیکشن 3 قانون میں شامل کردیا گیا ہے جس کی رو سے پنجاب حکومت صوبائی کابینہ سے منظوری کے بعد جنگلات کے لیے محفوظ زمین کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال کرسکتی ہے۔ خبر کے مطابق 1947 سے اب تک صرف پنجاب حکومت 40,352 ہیکٹر جنگلات کی زمین دیگر استعمال کے لیے منتقل کرچکی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 25 جنوری، صفحہ 5)

4 مارچ: وزیراعظم نواز شریف نے جنگلی حیات کے تحفظ اور جنگلات میں اضافے کے لیے "گرین پاکستان پروگرام" کے اجراء کی منظوری دے دی ہے۔ پروگرام کے تحت تمام متعلقہ وفاقی اور صوبائی وزارتوں اور اداروں کو جنگلی حیات اور جنگلات کے وسائل کو محفوظ بنانے کے لیے سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ وزیراعظم نے وزارت موسمی تبدیلی کو ہدایت کی ہے کہ جنگلی حیات کے محکمے کو مضبوط اور موثر بنانے کے لیے سفارشات تیار کریں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 5 مارچ، صفحہ 3)

16 مارچ: پانی کی قلت کی وجہ سے ملتان کے جنگلات کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ محکمہ جنگلات کے ضلعی افسر لیاقت گلزار

کے مطابق محکمہ آبپاشی کو سال میں 180 دن پانی مہیا کرتا تھا پر پانی کی فراہمی کم ہو کہ سالانہ 100 دن رہ گئی ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ سے شیشم کے درختوں کو بیماری لگ گئی ہے جس کی وجہ سے درختوں کی نشو ونما رک گئی ہے۔ محکمہ جنگلات نے ملتان اور شجاع آباد میں 32,000 درخت لگائے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 17 مارچ، صفحہ 5)

21 مارچ: پاکستان بحریہ نے جنگلات کے عالمی دن کے موقع پر سندھ اور بلوچستان کے ساحلوں پر چھ ماہ میں ایک ملین مینگروز کے پودے لگانے کی مہم کا آغاز کیا ہے۔ انسپکٹر جنرل جنگلات سید محمود ناصر کے مطابق ''ہم مینگروز کی مختلف اقسام سے محروم ہو چکے ہیں اور اب ہمارے پاس صرف دو اقسام ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ انہیں محفوظ کریں اور اگلی نسلوں کو منتقل کریں جس طرح ہمیں منتقل کی گئیں اور ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا''۔ (ڈان، 22 مارچ، صفحہ 18)

7 اپریل: خبر کے مطابق لاہور میں کنال روڈ کی چوڑائی میں اضافے کے لیے 1,300 درخت کاٹے جائیں گے۔ منصوبے کا تعمیری کام ختم ہونے کے بعد متعلقہ ادارے کی جانب سے 3,250 درخت لگانے کی بھی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ (ڈان، 8 اپریل، صفحہ 2)

- جنگلی حیات

10 جنوری: سائبیریا سے پاکستان ہجرت کرنے والے پرندوں کی تعداد میں حالیہ کچھ برسوں میں تیزی سے کمی ہوئی ہے۔ مختلف اقسام کے تقریباً ایک ملین پرندے طویل سفر کرکے موافق موسم کی تلاش میں پاکستان پہنچتے ہیں۔ ماہرین ماحولیات کے مطابق 88-1987 میں آبی پرندوں کی 65 اقسام کا کینجھر جھیل پر اندراج کیا گیا تھا جس میں اب خطرناک حد تک کمی آگئی ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ پرندے زراعت کے لیے بہت ضروری ہیں کیونکہ فصلوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں مکوڑوں اور جڑی بوٹیوں کو یہ خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ (ڈان، 11 جنوری، صفحہ 5)

12 جنوری: ضلع بھکر کے کسانوں کے مطابق تلور کے شکار پر پابندی کے باوجود شکاری محکمہ جنگلی حیات کی سرپرستی میں شکار کر رہے ہیں جس سے ان کی فصلیں بری طرح سے متاثر ہو رہی ہیں۔ مقامی کسانوں کا کہنا ہے کہ چنے کی فصل سال میں صرف ایک دفعہ ہوتی ہے۔ شکار کے موسم کے دوران 100 مربع کلومیٹر چنے کی فصل تباہ ہوگئی ہے۔

کسانوں کے اس نقصان کا ازالہ نہ ہی حکومت نے کیا نہ شکاریوں نے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 13 جنوری، صفحہ 5)

20 جنوری: دبئی سے کراچی غیر قانونی طور پر درآمد کیے گئے پانچ باز کیرتھر نیشنل پارک میں چھوڑ دیے گئے۔ باز درآمد کرنے والے شخص پر کسٹم قوانین کے تحت 50,000 روپے کا جرمانہ عائد کیا گیا ہے۔ درآمد کنندہ کے پاس کاغذات مکمل نہیں تھے۔ (ڈان، 21 جنوری، صفحہ 17)

22 جنوری: سپریم کورٹ نے تلور کے شکار پر عائد پابندی اٹھالی ہے۔ یہ فیصلہ وفاقی اور چاروں صوبائی حکومتوں کی جانب سے عدالت کی جانب سے پابندی عائد کیے جانے کے خلاف دائر کی گئی نظرثانی کی درخواست پر کیا گیا۔ (ڈان، 23 جنوری، صفحہ 1)

27 مارچ: نگرپارکر، ضلع تھرپارکر میں کارونجھر کے پہاڑی علاقے میں جنگلات کی کٹائی معدومیت کے خطرے سے دوچار گِدھوں کے لیے سخت خطرہ ہے جن کی تعداد گزشتہ دو سالوں میں مزید کم ہوگئی ہے۔ ماہرین کے مطابق پاکستان میں گِدھوں کی چھ نسلیں پائی جاتی ہیں اور نگرپارکر واحد جگہ ہے جہاں پر نایاب (لانگ بلڈ) گدھ کی نسل پائی جاتی ہے۔ اس علاقے میں سفید دم والے (وائیٹ بیک) گدھوں کی تعداد 140 سے کم ہوکر 90 تک رہ گئی ہے جبکہ لانگ بلڈ کی تعداد 380 سے کم ہوکر 369 ہوگئی ہے۔ (ڈان، 28 مارچ، صفحہ 17)

پانی

- آلودگی

10 جنوری: جامعہ کراچی سے وابستہ محقق ڈاکٹر فہیم صدیقی، ڈاکٹر محمد عزیر خان اور محکمہ جنگلات سے وابستہ ڈاکٹر کنول ناظم کی مشترکہ طور پر کی گئی تحقیق کے مطابق گلگت بلتستان کے شمالی حصے سے لے کر دریائے سندھ کے نچلے علاقوں میں پانی میں سیسہ (لیڈ) اور سنکھیا (آرسینک) جیسی دھاتوں کی خطرناک حد تک زیادہ مقدار پائی جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دریائے سندھ کے پانی میں سنکھیا کی مقدار عالمی سطح پر قابلِ قبول مقدار سے 40 گنا زیادہ ہے۔ (ڈان، 11 جنوری، صفحہ 15)

17 فروری: محکمہ تحفظ ماحولیات سندھ (SEPA) نے حیدرآباد کے صنعتی علاقے میں قائم تین کارخانوں کو پانی صاف کرنے والے (واٹر ٹریٹمنٹ) پلانٹ کے بغیر چلائے جانے اور دیگر ماحولیاتی قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر بند کردیا۔ (ڈان، 18 فروری، صفحہ 19)

16 مارچ: خبر کے مطابق وزارت تجارت اور ایوان صنعت وتجارت سیالکوٹ نے شہر میں چمڑے کے کارخانوں کے لیے مخصوص علاقہ (سیالکوٹ ٹینری زون) قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ منصوبہ کی کُل لاگت 1.3 بلین روپے ہے۔ منصوبے کی تکمیل سے چمڑے کے کارخانوں سے نکلنے والا فضلہ ایک ہی مقام پر جمع ہوکر صاف کیا جاسکے گا جو زیر زمین پانی میں آلودگی کو روکے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 مارچ، صفحہ 11)

- آبی حیات

8 اپریل: معدومیت کے خطرے سے دوچار نسل کے 62 کچھوے محکمہ جنگلی حیات سندھ کے حوالے کردیے گئے ہیں۔ گتے کے ڈبوں میں بند کچھوے کرائم برانچ پولیس جمشید ٹاؤن، کراچی نے برآمد کیے تھے۔ محکمہ جنگلی حیات سندھ کے نگراں عدنان محمود کے مطابق 62 کچھوؤں میں سے صرف سات کچھوے زندہ بچ سکے باقی کچھوے دم گھٹنے کی وجہ سے مرگئے۔ بین الاقوامی منڈی مین ان کچھوؤں کی قیمت دس ملین روپے ہے جنہیں غیر قانونی طور پر ملائیشیا بھیجا جانا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 اپریل، صفحہ 13)

18 فروری: خبر کے مطابق ایک اندھی ڈولفن مری ہوئی حالت میں دریائے سندھ کے کنارے پر پائی گئی۔ ڈولفن کا وزن 25 سے 30 کلوگرام اور لمبائی تین فٹ تھی۔ (ڈان، 19 فروری، صفحہ 19)

- سمندری حیات

18 جنوری: سربندر، گوادر میں مقامی ماہی گیر نے معدومیت کے خطرے سے دوچار دس فٹ لمبی اور 96 کلو وزنی مچھلی (Sawfish) پکڑنے کے بعد مقامی تاجر کو 26,000 روپے میں فروخت کردی باوجود اس کے کہ مچھلی کی اس نایاب قسم کے شکار اور تجارت پر پابندی عائد ہے۔ پاکستانی سمندر میں اس نسل کی تین اقسام پائی جاتی ہیں جو حد سے

زیادہ شکار کی وجہ سے تقریباً ناپید ہو چکی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 جنوری، صفحہ 13)

فضا

13 فروری: سردیوں کے موسم میں پاکستان کے بالائی اور وسطی علاقوں میں دھند چھا جاتی ہے جو خطے کی مخصوص آب وہوا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پاکستان میں یہ مسئلہ ہر گزرتے سال کے ساتھ بڑھتا جارہا ہے کیونکہ ماحول میں موجود دھواں دھند کے ساتھ شامل ہوکر اسے مزید بڑھا دیتا ہے جسے سموگ (Smog) کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک قسم کی فضائی آلودگی ہے جو دھوئیں اور دھند کا مرکب ہے۔ (جارج صادق، ڈان، 14 فروری، صفحہ 3، امیجز)

- آلودگی

12 مارچ: ایک مضمون کے مطابق ملک میں بجلی کے بحران سے نمٹنے کے لیے کوئلے سے چلنے والے بجلی گھر نصب کیے جارہے ہیں حالانکہ چین اور بھارت میں کوئلے سے چلنے والے بجلی گھروں سے ہونے والی آلودگی (سموگ) اور ماحولیاتی مسائل سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے۔ چین، پیرس معاہدے کے تحت اپنے کوئلے سے چلنے والے پرانے بجلی گھروں کو بند کرے گا اور خدشہ ہے کہ چین پرانی ٹیکنالوجی کے بجلی گھر پاکستان منتقل کرے گا۔ (دی نیوز، 13 مارچ صفحہ III، پولیٹیکل اکنامی)

14 اپریل: ایک خبر کے مطابق SEPA (سیپا) نے ٹنڈو حیدر، ضلع حیدرآباد میں 30 اینٹیں بنانے والے بھٹوں کو بند کردیا۔ حکام کے مطابق یہ بھٹے رہائشی علاقوں میں چلائے جارہے تھے جو مضر صحت اشیاء جیسے ٹائر، خام تیل اور کچرا بطور ایندھن استعمال کررہے تھے جس کی وجہ سے زہریلی گیسیں خارج ہوکر علاقے کے ماحول کو آلودہ کررہی تھیں اور سانس اور جلدی امراض کا سبب بن رہی تھیں۔ (ڈان، 15 اپریل، صفحہ 19)

IX۔ موسمی تبدیلی

3 جنوری: موسمی تبدیلی کی وجہ سے شہد کی پیداوار میں بڑے پیمانے پر کمی آئی ہے۔ خیبر پختون خواہ کے علاقے وادی پالس، کوہستان کے مکینوں کا کہنا ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے شہد کی پیداوار بہت کم ہوگئی ہے۔ ماہر جنگلات ڈاکٹر خالد

محمود کے مطابق پیداوار میں کمی کی سب سے بڑی وجہ پنجاب اور خیبر پختون خواہ میں جنگلات کی کٹائی ہے جس سے شہد کی مکھیاں کم ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ غیر معمولی بارشوں نے ان پھولوں کو ختم کر دیا ہے جن سے مکھیاں شہد بنانے کے لیے رس حاصل کرتی ہیں۔ (ڈان، 4 جنوری، صفحہ 5)

7 فروری: وانا، جنوبی وزیرستان کے لوگوں کے لیے بنیادی روزگار زراعت ہے جہاں کی آب و ہوا سیب اور آلو بخارے کی پیداوار کے لیے موافق ہے لیکن اب موسمی تبدیلی پیداوار پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ رواں سردی کا موسم گزشتہ سالوں کے مقابلے گرم رہا جس سے پیداوار پر منفی اثر پڑا۔ مقامی کسان کے مطابق عموماً بادام کی فصل جنوری کے آخر میں تیار ہوتی تھی جبکہ اس سال یہ پہلے ہی تیار ہوگئی جبکہ آلو بخارا اور آڑو میں پھول جلد آنے لگے۔ کسان سردی میں گھاس کا بیج لگاتے تھے جو بہار میں بڑھتی تھی لیکن اس سال گھاس پہلے ہی تیار ہوگئی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 8 فروری، صفحہ 2)

15 مارچ: نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (NDMA) کے چیئرمین میجر جنرل اصغر نواز نے کہا ہے کہ پچھلے کچھ سالوں سے پاکستان میں آنے والی 70 فیصد قدرتی آفات موسمی تبدیلی کی وجہ سے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ چترال میں سیلاب، تھر میں خشک سالی، کراچی میں گرمی کی لہر، مٹی اور برف کے تودے گرنا سب موسمی تبدیلی کی وجہ سے رونما ہونے والے واقعات ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 16 مارچ، صفحہ 3)

23 اپریل: اقوام متحدہ میں موسمی تبدیلی پر پیرس میں ہونے والے عالمی معاہدے پر دستخط کرتے ہوئے وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے کہا ہے کہ پاکستان موسمی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے کلائمٹ چینج اتھارٹی اور کونسل بنائے گا اور سالانہ پانچ فیصد سے زیادہ بجٹ موسمی تبدیلی کے حوالے سے خرچ کرے گا۔ (ڈان، 24 اپریل، صفحہ 8)

سبز معیشت

- شمسی توانائی

29 جنوری: پاکستان میں توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناروے کی کمپنیوں نے سندھ میں ابتدائی طور پر

250 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری سے شمسی بجلی گھر قائم کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے جس کی تعمیر کا افتتاح اسی سال طے ہے۔ اس حوالے سے 2015 میں 150 میگاواٹ کے شمسی توانائی منصوبے پر مفاہمت کی یادداشت پر وزیر اعظم کے دورہ ناروے کے دوران دستخط کیے گئے تھے۔ (دی نیوز، 30 جنوری، صفحہ 15)

29 جنوری: حکومت نے 100 میگاواٹ کے قائداعظم سولر پارک (شمسی بجلی گھر) سے اضافی 900 میگاواٹ بجلی بنانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس مقصد کے تحت فیز 2 سے 300 میگاواٹ اور فیز 3 سے 600 میگاواٹ بجلی پیدا کی جائے گی۔ پاکستان دنیا میں سورج سے زیادہ شعاعیں لینے والا ملک ہے جس سے ہر سال 2.324 ملین میگاواٹ بجلی بنائی جاسکتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 30 جنوری، صفحہ 11)

- گرمی کی لہر

20 اپریل: وزارت موسمی تبدیلی نے صوبوں کو ہدایات جاری کی ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ صوبے آنے والی گرمی کی لہر سے نمٹنے کی تیاری کریں۔ اس کے علاوہ سات اقدامات تجویز کیے گئے ہیں تاکہ گزشتہ سال کی طرح انسانی ہلاکتوں سے بچا جاسکے۔ ان تجاویز میں ایسے مقامات مخصوص کرنا جہاں ٹھنڈے پانی اور پنکھوں کا انتظام ہو، شجر کاری میں اضافہ اور آگاہی مہم شامل ہے۔ گزشتہ سال کراچی میں شدید گرمی کی وجہ سے 1,000 سے زیادہ ہلاکتیں ہوئی تھیں۔ (ڈان، 21 اپریل، صفحہ 5)

X۔ قدرتی بحران

خشک سالی

5 جنوری: سندھ کے شہر مٹھی میں پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے دو اور بچے (کل آٹھ) موت کے منہ میں چلے گئے جبکہ درجنوں بچے پیٹ کے امراض اور ہیضے میں مبتلا ہیں۔ ضلعی ہسپتال میں بہت سی سہولیات جیسے ڈاکٹروں، ادویات اور بستروں کا فقدان پایا جاتا ہے۔ تھرپارکر میں محکمہ صحت کے ضلعی افسر ارجن داس نے اعتراف کیا ہے ضلعی ہسپتال، ڈاکٹروں اور فنڈز کی کمی کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہے۔ (ڈان، 5 جنوری، صفحہ 19)

6 فروری: ضلع تھرپارکر میں اس سال کے آغاز سے اب تک 160 بچے ہلاک ہو چکے ہیں۔ مسلسل رہنے والی خشک سالی کی وجہ سے غذائی قلت خصوصاً حاملہ عورتوں میں غذائی کی بھی بچوں کی اموات کی ایک وجہ ہے۔ اس کے علاوہ پانی سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی عام ہیں۔ پچھلے ہفتے جب حکومت سندھ تھر کے مسائل ختم کر دینے کے دعوے کر رہی تھی چھ ہسپتالوں میں پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں مبتلا 435 بچے داخل کیے گئے۔ ایک رپورٹ کے مطابق تھر میں 70 فیصد طبی سہولیات غیر فعال ہیں۔ (ڈان، 7 فروری، صفحہ 8)

13 فروری: حکومت سندھ کے بلند و بانگ دعووں کے برعکس کہ تھر میں بہترین طبی سہولیات فراہم کر دی گئیں ہیں بچوں کی اموات کا سلسلہ جاری ہے۔ گزشتہ دو دنوں میں غذائی قلت اور پانی سے ہونے والی بیماریوں سے آٹھ بچے جاں بحق ہو چکے ہیں۔ (ڈان، 14 فروری، صفحہ 19)

10 مارچ: خبر کے مطابق تھر میں سرکاری ہسپتالوں میں غذائی کی اور دیگر بیماریوں سے مزید چار بچے جاں بحق ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مٹھی ہسپتال میں ایک حاملہ عورت ڈاکٹروں کی مبینہ غفلت کی وجہ سے جاں بحق ہو گئی۔ (ڈان، 11 مارچ، صفحہ 19)

بارشیں

14 مارچ: NDMA (این ڈی ایم اے) کہ جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق خیبر پختون خواہ، بلوچستان اور فاٹا کے علاقوں میں طوفانی بارشوں سے 49 افراد جاں بحق اور 80 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بارشوں سے 72 گھروں کو نقصان پہنچا ہے۔ (بزنس رکارڈر، 15 مارچ، صفحہ 9)

7 اپریل: موسلا دھار بارشوں اور مٹی کے تودے گرنے سے قراقرم ہائی وے بند ہو گیا جس کی وجہ سے گلگت بلتستان میں خوراک، ایندھن اور بنیادی ضروریات کی اشیاء کی کمی ہو گئی ہے اور علاقے کا باقی ملک سے رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ محکمہ موسمیات نے نئی بارشوں کے نظام کی پیشگوئی کی ہے جس سے مزید تودے گرنے کا خطرہ ہے۔ (ڈان، 8 اپریل، صفحہ 1)

زلزلہ

10 اپریل: خیبر پختون خواہ، فاٹا، گلگت بلتستان، پنجاب اور آزاد کشمیر میں 7.1 میگنی ٹیوٹ کا زلزلہ محسوس کیا گیا جس کے نتیجے میں پانچ افراد جاں بحق اور 55 زخمی ہوگئے ہیں۔ زلزلے کا مرکز افغانستان میں ہندوکش کا علاقہ تھا۔ (ڈان، 11 اپریل، صفحہ 1)

XI۔ مزاحمت

زمین

- پاکستان چین اقتصادی راہداری

24 جنوری: گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے افراد کی بڑی تعداد نے اسلام آباد میں پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے چین پاکستان اقتصادی راہداری منصوبے میں گلگت بلتستان کے مناسب حصے اور علاقے کو پاکستان کا پانچواں صوبہ قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا۔ گلگت بلتستان کے نوجوانوں کی تنظیم کے رہنما حسنین کاظمی کا کہنا تھا کہ ''راہداری کا 600 کلومیٹر طویل حصہ گلگت بلتستان سے گزرے گا لیکن بدقسمتی سے ہمیں ایک بھی صنعتی علاقہ اور ترقیاتی منصوبہ نہیں دیا جارہا''۔ (ڈان، 25 جنوری، صفحہ 4)

انجمن مزارعین پنجاب

18 اپریل: اوکاڑہ، پنجاب پولیس نے ملٹری فارمز کے 4,000 سے زیادہ کسانوں کے خلاف مقدمات درج کیے ہیں جن میں سے 155 نامزد شدہ ہیں۔ نامزد کسانوں میں انجمن مزارعین پنجاب کے رہنما بھی شامل ہیں۔ کسانوں کے خلاف درج کیے گئے مقدمات میں انسداد دہشت گردی قانون کی دفعات بھی شامل کی گئی ہیں۔ انجمن کی جانب سے کسانوں پر مقدمات کے اندراج کے بعد جنرل سیکریٹری مہر عبدالستار کی گرفتاری کے خلاف لاہور پریس کلب پر احتجاج منسوخ کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 2)

19 اپریل: ضلع اوکاڑہ کے انتظامی افسر، پولیس افسر اور اراکین اسمبلی نے ملٹری فارم کے کسانوں کا معاملہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کئی اقدامات کا اعلان کیا ہے اور ساتھ ساتھ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں سے سختی سے نمٹنے کا

عندیہ دیا ہے۔ اعلان میں کسانوں پر واجب الادا تمام حکومتی بقایاجات ختم کردیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کسانوں کو زمین کا کرایہ دار (ٹینینٹ) تصور کیا جائے گا بجائے اس کے کہ زمین کو لیز شدہ تصور کیا جائے۔ کسی بھی کسان کو گاؤں سے نکالا نہیں جائے گا اور کسانوں پر قائم مقدمات کا فیصلہ شفاف طریقے (میرٹ) سے کیا جائے گا۔ انجمن مزارعین پنجاب کے سیکریٹری جنرل مہر عبدالستار سینٹرل جیل میں تیس دن کے لیے قید ہیں جنہیں پولیس نے 17 اپریل کو طے شدہ کسان کنونشن سے ایک دن پہلے حراست میں لے لیا تھا جس کے بعد ہزاروں کسانوں نے احتجاج کیا تھا۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 2)

22 اپریل: اوکاڑہ ملٹری فارم کے کسانوں نے اسلام آباد میں نیشنل پریس کلب کے سامنے احتجاجی کیمپ قائم کرلیا ہے۔ احتجاج میں شامل 60 سالہ حمیدہ بی بی کا کہنا ہے کہ وہ خود بھی اسی گاؤں میں پیدا ہوئیں جہاں آج ان کے پوتے کھیتی باڑی کرکے اپنا روزگار حاصل کرتے ہیں لیکن گزشتہ 16 سالوں سے ہمیں زمین خالی کرنے کے لیے فوج کی طرف سے دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ ایک اور احتجاجی کسان محمد مختار نے کہا کہ ''زیادہ تر خاندان سالانہ 25,000 سے 60,000 روپے فی ایکڑ فوج کو ادا کرتے ہیں اور اکثریت کے پاس تین سے چھ ایکڑ زمین ہے۔ ہم زمین کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن فوج زمین خالی کرانے کی کوشش کررہی ہے''۔ پانچ ایکڑ زمین کے حامل 57 سالہ کسان فضل حسین کا کہنا تھا کہ ''ایک بریگیڈیئر نے زمینوں پر آکر کسانوں کو دھمکایا اور جب میں نے اعتراض کیا تو انسداد دہشت گردی قانون کے تحت میرے خلاف صدر پولیس اسٹیشن اوکاڑہ میں مقدمہ درج کردیا گیا''۔ (ڈان، 23 اپریل، صفحہ 4)

اورنج لائن:

15 جنوری: عوامی تنظیموں اور مقامی لوگوں نے لاہور میں اورنج لائن ٹرین منصوبے کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ حکومت ٹرین کا راستہ تبدیل کرے یا اسے زیر زمین بنائے۔ 1947 میں آزادی کے بعد بھارت سے ہجرت کرکے وہ اس جگہ پر آباد ہوئے ہیں اور اب وہ کسی بھی قیمت پر اپنی زمین نہیں دیں گے۔ (ڈان، 16 جنوری، صفحہ 2)

گندم کے کاشتکار

باردانہ:

7 اپریل: گندم کے کاشتکار اور چھوٹے تاجروں نے حیدرآباد پریس کلب کے باہر احتجاج کرتے ہوئے الزام لگایا ہے کہ محکمہ خوراک کے حکام نے دادو میں 80,000 اور جامشورو میں 60,000 باردانہ بڑے تاجروں اور پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے بااثر افراد کو دے دیا ہے جبکہ وہ اب تک باردانے سے محروم ہیں۔ (ڈان، 8 اپریل، صفحہ 19)

18 اپریل: ضلع جیکب آباد میں اسسٹنٹ کمشنر تھل کے دفتر کے سامنے سیکڑوں کسانوں نے باردانہ کی عدم دستیابی پر احتجاج کیا اور دھرنا دیا۔ کسانوں نے تھل جیکب آباد شاہراہ ٹائر جلا کر بند کردی۔ مظاہرین نے وزیر خوراک سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ باردانہ کی خرد برد میں ملوث محکمہ خوراک کے افسران کے خلاف تحقیقات کی جائیں اور چھوٹے کسانوں کو باردانہ فراہم کیا جائے۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 19)

پانی

17 جنوری: ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، خانیوال اور جھنگ کے کسانوں نے تریموں سندھنائی نہر میں سیم کی وجہ سے زمینوں کے خراب ہونے پر احتجاج کیا۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ تین اضلاع کے 20 دیہات کی 80,000 ایکڑ زمین سیم کی وجہ سے خراب ہوگئی ہے۔ اس مسئلے کی وجہ سے کسان فصلیں کاشت نہیں کر سکتے۔ سیم کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں گھروں کی دیواروں میں دراڑیں پڑگئی ہیں۔ کسانوں نے نہر کو پکا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 18 جنوری، صفحہ 10)

امدادی قیمت

- گنا

10 جنوری: حیدرآباد میں گنے کے کسان اور مزدوروں نے جن میں بڑی تعداد میں عورتیں بھی شامل تھیں حیدر چوک سے پریس کلب تک ریلی نکالی۔ مظاہرین نے حکومت سے گنے کی امدادی قیمت 182 روپے فی من مقرر کرنے اور زرعی شعبے میں کام کرنے والے مزدوروں کے سماجی تحفظ اور مزدور قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 11 جنوری، صفحہ 17)

XII۔ بیرونی امداد

یورپی امداد

31 مارچ: سندھ کے دیہی علاقوں میں غربت میں کمی کے لیے یورپی یونین کی امداد سے سندھ یونین کونسل اینڈ کمیونٹی اکنامک اسٹرینتھنگ سپورٹ (SUCCESS) منصوبے کا آغاز کردیا گیا جس کا بنیادی مقصد غربت میں کمی کے لیے سماجی طور پر متحرک کرنا ہے۔ یورپی یونین اس چھ سالہ منصوبے کے لیے 82 ملین یورو کی امداد دے گی۔ یہ منصوبہ آٹھ اضلاع کا احاطہ کرتا ہے جن میں ٹنڈو محمد خان، سجاول، ٹھیاری، ٹنڈو الہ یار، لاڑکانہ، قمبر شہداد کوٹ، دادو اور جام شورو شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 1 اپریل، صفحہ 13)

عالمی بینک

1 فروری: بلوچستان حکومت پانی کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے 254 ملین ڈالر منصوبے کے لیے عالمی بینک سے 206 ملین ڈالر قرضہ لے گی۔ عالمی بینک کی جانب سے منصوبے کے لیے قرض کی اگلے ماہ منظوری کا امکان ہے۔ بلوچستان 40 فیصد پانی دریائے سندھ سے حاصل کرتا ہے لیکن زمین کی ناہموار ساخت کی وجہ سے صرف پانچ فیصد پانی استعمال کر پاتا ہے۔ اس منصوبے کا مقصد پانی کے انتظامات کو بہتر بنانا ہے۔ (ڈان، 1 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

27 جنوری: عالمی بینک پاکستان کو پانی کے انتظام اور اس کے استعمال کو بہتر بنانے کے لیے 35 ملین ڈالر کی اضافی امداد دینے کے لیے راضی ہوگیا ہے۔ یہ رقم انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوی ایشن (IDA) کے ذریعے فراہم کی جائے گی جو ہائیڈرالک ریسرچ لیبارٹری کو جدید بنانے کے لیے استعمال کی جائے تاکہ تحقیق کی جدید سہولیات حاصل ہوسکیں۔ (ڈان، 28 جنوری، صفحہ 3)

ب۔ عالمی زرعی خبریں

I۔ زرعی مواد

بیج

- جینیاتی بیج

28 جنوری: امریکہ میں ایک چینی باشندے مو ہائیلونگ (Mo Hailong) نے اعتراف کیا ہے کہ وہ امریکی بیج کمپنیوں مونسانٹو، پائنیر اور ڈوپونٹ کے مکئی کے بیج چوری کرنے کی سازش میں شامل ہے۔ ملزم کو 2013 میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اس پر الزام ہے کہ وہ بیج اور تجارتی راز چرا کر چین بھیجتا رہا ہے تاکہ وہاں کے سائنسدان اس کی جینیاتی خصوصیات سے اور بیج تیار کرسکیں۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 29 جنوری، صفحہ 12)

II۔ زرعی مداخل

قدرتی اور صنعتی طریقہ زراعت

9 فروری: ایک مضمون کے مطابق امریکہ کے مختلف علاقوں میں زمین کی زرخیزی میں اضافے کے لیے پھر سے مختلف اقسام کی فصلوں (cover crops) کی کاشت کے رجحان میں اضافہ ہورہا ہے۔ ڈین ڈی سوٹر (Dan DeSutter) اپنے 5,000 ایکڑ پر مشتمل کھیت میں مکئی اور سویا بین کی کٹائی کے بعد سورج مکھی، مولی جیسی مختلف 12 فصلیں کاشت کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک فصل مختلف قسم کے فوائد دیتی ہے۔ ان میں اکثر فصلیں موسم سرما میں مرجاتی ہیں اور گل سڑ جانے کے بعد مٹی میں ایک نامیاتی سطح بنا دیتی ہیں جو رفتہ رفتہ زمین میں شامل ہوتی جاتی ہے۔ اس عمل کے بعد اسی زمین پر کسان بیج بونے والی مشین کے ذریعے بیج بو دیتے ہیں۔ اس طریقہ کاشت سے زمین میں نامیاتی اجزاء واپس آجاتے ہیں۔ یہ طریقہ کاشت خصوصاً انڈیانا میں تیزی سے اپنایا جارہا ہے جہاں 12.5 ملین ایکڑ میں سے ایک ملین ایکڑ پر اس طرح کی کاشت جاری ہے۔ (اسٹیفنی اسٹروم، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 9 فروری، صفحہ 14)

زرعی قرضے

29 فروری: بھارتی حکومت نے دیہی ترقی اور کسانوں کی مدد کے لیے سالانہ بجٹ میں کئی بلین ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ بھارت کا زرعی شعبہ گزشتہ دو سالوں سے مون سون بارشیں کم ہونے اور مہنگائی میں اضافے کی وجہ سے متاثر ہورہا ہے۔ وزیر خزانہ ارون جیٹلی کے مطابق اگلے پانچ سالوں میں اندازاً 120 ملین کسانوں کی آمدنی میں اضافے کے لیے اقدامات پر 5.2 بلین ڈالر خرچ کیے جائیں گے۔ ان اقدامات میں فصلوں کی بیمہ اسکیم، زرعی قرضہ اور کسانوں کی منڈی تک رسائی شامل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 مارچ، صفحہ 11)

III۔ غربت اور غذائی تحفظ

غربت

31 جنوری: اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون نے خبردار کیا ہے کہ ایتھوپیا میں کم ازکم 10.2 ملین افراد کو غذائی امداد کی ضرورت ہے اور یہ تعداد کچھ مہینوں میں دگنی ہوسکتی ہے۔ ایتھوپیا 30 سال سے شدید خشک سالی کا شکار ہے جہاں موسمی تبدیلی اور خشک سالی کی وجہ سے بھوک میں شدید اضافہ ہوگیا ہے۔ (ڈان، 1 فروری، صفحہ 13)

8 اپریل: ایک مضمون کے مطابق امریکہ میں بچوں میں غربت کی شرح باقی ترقی یافتہ ممالک سے کہیں زیادہ ہے۔ 2013 میں یہاں 12 ملین بچے غربت کی لکیر سے نیچے تھے جو کل امریکی بچوں کا تقریبا 17 فیصد ہے۔ سماجی سائنسدان کیتھرین جے ایڈن (Kathryn J. Edin) اور ایچ لیوک شیفر (H. Luke. Shaefer) کے مطابق 2011 میں 1.5 ملین خاندان یومیہ دو ڈالر فی کس آمدنی پر زندگی گزار رہے تھے۔ یہ خاندان غیر محفوظ اور گنجان آباد علاقوں میں رہتے ہیں اور زندہ رہنے کے لیے غذائی بینک پر انحصار کرتے ہیں۔ ایلومینیم کے کین جمع کرکے اور کبھی کبھار نوکری کرکے اپنا گزارا کرتے ہیں۔ (جیف میڈرک، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 8 اپریل، صفحہ 8)

IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں

غذائی فصلیں

- گندم

6 فروری: موسمی تبدیلی اور گندم کے کم ہوتے ذخائر کی وجہ سے امکان ہے کہ بھارت کو اگلے سال بھاری مقدار میں گندم درآمد کرنا پڑے گی۔ مسلسل دوسرے سال معمول سے کم مون سون بارشوں اور لگاتار گرمی کی لہر کی وجہ سے گندم کی فصل متاثر ہوئی ہے۔ خدشہ ہے کہ بھارت کو پچھلے 56 سالوں میں پہلی بار 10 ملین ٹن گندم کی کمی کا سامنا ہوگا۔

(بزنس ریکارڈر، 7 فروری، صفحہ 15)

15 فروری: بھارتی محکمہ زراعت کے مطابق 2016 میں توقع ہے کہ کسان 93.82 ملین ٹن گندم کاشت کریں گے جو مقررہ ہدف 94.75 ملین سے کم ہے۔ بھارت چین کے بعد گندم پیدا کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے جہاں گزشتہ سال 86.53 ملین ٹن گندم کی پیداوار ہوئی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 16 فروری، صفحہ 17)

5 مارچ: آسٹریلین بیورو آف ایگریکلچرل اینڈ ریسورس اکنامکس اینڈ سائنسز (ABARES) کے مطابق ملک میں فصلوں کی پیداوار میں سال 17-2016 میں اضافے کا امکان ہے۔ اگلے چند ماہ میں آسٹریلیا کے کسانوں کی جانب سے گندم کی مثالی پیداوار کے حصول کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ آسٹریلیا دنیا میں گندم برآمد کرنے والا چوتھا بڑا ملک ہے جہاں 16-2015 میں 24.2 ملین ٹن گندم کی پیداوار ہوئی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 6 مارچ، صفحہ 15)

نقد آور فصلیں

- کپاس

2 فروری: دنیا میں سب سے زیادہ کپاس پیدا کرنے والے ملک بھارت میں خشک سالی کی وجہ سے اس سال 35.2 ملین گانٹھوں کی پیداوار متوقع ہے جو ابتدائی اندازوں سے 3.6 فیصد کم ہے۔ (ڈان، 3 فروری، صفحہ 11)

16 فروری: دنیا میں کپاس پیدا کرنے والے دوسرے بڑے ملک چین نے کپاس کے پیداواری شمال مغربی علاقے

میں کپاس کی کاشت 6.5 فیصد کم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چین 2016 میں کپاس کے زیر کاشت 100,000 ہیکٹر رقبہ کم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس حوالے سے تاجروں کا کہنا ہے کہ اس سے تجارت پر کیا اثرات ہونگے یہ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 17 فروری، صفحہ 19)

- مکئی

23 اپریل: چین نے لگ بھگ ایک دہائی سے جاری مکئی کی پیداوار پر رعایت ختم کردی ہے جس کی وجہ سے کسان مکئی کی جگہ سویا بین، چاول اور مونگ پھلی کی کاشت کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ چین نے گزشتہ ہفتے اعلان کیا تھا کہ وہ مکئی کی ذخیرہ اندوزی ختم کردے گا اور منڈی کی بنیاد پر قیمت مقرر کرنے کی اجازت دیدے گا۔ چین کے پاس اس وقت تقریباً 250 ملین ٹن مکئی کا ذخیرہ موجود ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 اپریل، صفحہ 15)

V۔ تجارت

4 جنوری: انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز دوہا مزاکرات کے اختتام کے حوالے سے اپنے اداریے میں لکھتا ہے کہ 14 سال بعد عالمی تجارتی ادارے (WTO) کے ارکان کی جانب سے دوہا مذاکرات کے سلسلے کا خاتمہ غیر متوقع نہیں تھا۔ اب عالمی رہنماؤں کو عالمی تجارت کے حوالے سے نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دوہا مزاکرات کے 2001 کے آغاز پر توقع تھی کہ ممالک تجارتی رکاوٹوں کو کافی حد تک کم کردیں گے، غریب ممالک کی ترقی میں حصہ ڈالیں گے اور زرعی شعبے میں دی جانے والی مراعات جیسے مشکل مسائل کا مقابلہ کریں گے۔ اس تمام ایجنڈے کی ناکامی نے اس مشترکہ تجارتی نظام کی ساکھ پر ضرب لگائی ہے۔ نیروبی میں ڈبلیو ٹی او کے دسمبر میں منعقد ہونے والے اجلاس میں 160 ممالک کے تجارت کے وزراء کے درمیان آپس میں اتفاق رائے نہ ہوسکا کہ دوہا راؤنڈ پر بات چیت جاری رکھی جائے۔ پچھلے سالوں میں یہ واضح ہوچکا تھا کہ دوہا راؤنڈ جسے 2005 میں مکمل ہونا تھا میں کوئی پیش رفت نہیں ہورہی تھی جس کی وجہ امریکہ اور یورپی یونین جیسی ترقی یافتہ معیشتیں اور چین اور بھارت جیسے ترقی پزیر ممالک تھے جو کچھ بنیادی رعایتیں دینے کو تیار نہ تھے۔ کئی ممالک دوہا مزاکرات سے مایوس ہوچکے تھے اور ٹرانس پیسفک پارٹنرشپ (TPP) جیسے دوطرفہ اور علاقائی تجارتی معاہدے کررہے تھے۔ علاقائی معاہدے مخصوص مسائل کے لیے فائدہ مند ہوسکتے ہیں لیکن ان سے وہ بڑے مسائل نہیں حل ہوسکتے جنہیں امیر اور غریب ممالک سر کرنے کی کوشش کررہے

ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر دوحہ راؤنڈ ایک نکتے پر آ کر رک گیا ہے لیکن اب ایسے عالمی تجارتی معاہدے کی ضرورت ہے جو کہ ترقی اور پائیدار معاشی ترقی کو فروغ دے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 4 جنوری، صفحہ 8)

برآمدات

16 فروری: تھائی لینڈ کی وزارت تجارت کے مطابق فوجی حکومت نے اس سال کی پہلی نیلامی میں ریاستی ذخائر سے 152,377 ٹن چاول فروخت کیے ہیں۔ وزارت انسانی اور صنعتی استعمال کے لیے کل 570,000 ٹن چاول فروخت کرے گی۔ تھائی لینڈ بھارت کے بعد چاول برآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے جس کے پاس تقریباً 13 ملین ٹن چاول کا ذخیرہ موجود ہے۔ حکومت نے 2017 کے آخر تک ذخائر فروخت کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 فروری، صفحہ 18)

- چاول

20 فروری: انڈونیشیا کی طرف سے چاول کی مانگ میں اضافے کی وجہ سے ایشیا میں چاول کی قیمت میں معمولی اضافے کے باوجود اس کی فروخت بڑھ گئی ہے۔ پچھلے سال انڈونیشیا نے تھائی لینڈ اور ویت نام سے 1.5 ملین ٹن چاول درآمد کیے تھے۔ امریکی محکمہ زراعت کے مطابق تھائی لینڈ نے جنوری۔فروری میں تقریباً 400,000 ٹن چاول برآمد کیے جب کہ ویت نام نے جنوری 495,000 ٹن چاول برآمد کیا جو گزشتہ سال کے مقابلے 56.7 فیصد زیادہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 فروری، صفحہ 14)

درآمدات

11 مارچ: بھارت خلیجی عرب ممالک سے غذا کے بدلے تیل کی درآمد پر بات چیت کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں بھارتی وزیر تیل نے صحافیوں کو بتایا کہ یہ اقدام بھارتی کسانوں کو تحفظ فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوگا اور ان کے لیے چاول اور گندم کی نئی منڈی تیار ہو جائے گی۔ خلیجی ریاستیں پانی کی کمی اور ناقابل کاشت زمین کی وجہ سے بڑی مقدار میں خوراک درآمد کرتی ہیں۔ (ڈان، 12 مارچ، صفحہ 12)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

- نیسلے

22 فروری: خبر کے مطابق نیسلے ایشیا کے سربراہ کو بھارت میں میگی نوڈلز پر پابندی کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی اور کمپنی کی ساکھ تین سالوں میں بحال ہونے کی امید ہے۔ بھارت نے کمپنی کے تیار کردہ نوڈلز میں سیسہ اور دیگر مضر اجزاء کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے بھارت میں پابندی لگائی تھی جس سے کمپنی کو 66 ملین سوئس فرانک (66.68 ملین ڈالر) کا نقصان ہوا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 22 فروری، صفحہ 15)

بیج کمپنیاں

3 فروری: ایک خبر کے مطابق چین کی سرکاری کمپنی چائنہ نیشنل کیمیکل کارپوریشن (CHEMCHINA) نے سوئٹزرلینڈ کی بین الاقوامی کیمیائی اور بیج کمپنی سنجنٹا کو 43 بلین ڈالر میں خریدنے کی پیشکش کی ہے۔ سنجنٹا کمپنی کے بورڈ نے اس 465 ڈالر فی حصص اور حصص یافتگان کو خصوصی مراعات کی سفارش کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مجوزہ منتقلی تمام فریقین کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ معاہدے کے تحت سنجنٹا موجودہ انتظامیہ کے ساتھ ہی کام جاری رکھے گی اور اس کا مرکزی دفتر سوئٹزرلینڈ میں ہی رہے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 4 فروری، صفحہ 1)

5 مارچ: دنیا کی سب سے بڑی بیج کمپنی مونسانٹو نے بھارتی حکومت کی جانب سے رائلٹی میں کٹوتی کیے جانے کی صورت میں بھارت سے نکلنے کی دھمکی دی ہے۔ مقامی بیج کمپنیوں نے مونسانٹو کی جانب سے بہت زیادہ رائلٹی یعنی ذہنی ملکیتی حقوق کے عوض زیادہ منافع لینے کی شکایت کی تھی جس پر حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کمیٹی نے مقامی بیج کمپنیوں کی طرف سے مونسانٹو کو دی جانے والی رائلٹی میں 70 فیصد کمی کی تجویز دی ہے۔ کمیٹی نے بی ٹی کپاس بیج کی قیمت میں کمی کی تجویز بھی دی تھی۔ بھارت میں بی ٹی کپاس بیج کی 400 گرام تھیلی کی قیمت 800 بھارتی روپے ہے جو ملک کے مختلف علاقوں میں 830 سے 1,100 روپے کے درمیان فروخت کیا جارہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 6 مارچ، صفحہ 9)

16 مارچ: بھارتی حکومت کے ایک وزیر نے کہا ہے کہ اگر امریکی بیج کمپنی مونسانٹو قیمت میں کمی نہیں کرتی تو وہ بھارت چھوڑ سکتی ہے۔ یہ تاثرات ایسے وقت آئے ہیں جب نریندر مودی کی حکومت مونسانٹو کی اجارہ داری کے خاتمے کے لیے اگلے سال بھارت کی اپنی جینیاتی کپاس تیار ہوجانے کی توقع کررہی ہے۔ مونسانٹو اس وقت بھارت میں کپاس کے بیج کی 90 فیصد طلب پوری کرتی ہے۔ مونسانٹو رائلٹی کے اس معاملے کو عدالت میں لے گئی ہے۔ (ڈان، 17 مارچ، صفحہ 12)

VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

8 فروری: یورپی یونین کے کئی ممالک کے کسانوں کے لیے دودھ اور گوشت کی قیمت پیداواری لاگت سے بھی کم ہوگئی ہے۔ قیمتوں میں کمی کی وجہ روس کی جانب سے یورپی یونین سے غذائی اشیاء کی درآمد پر پابندی ہے۔ صرف فرانس میں 35,000 مال مویشی فارموں کے دیوالیہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ فرانس نے اربوں یورو کی امداد کا اعلان کیا ہے اس کے باوجود منڈی میں بہتری کے آثار نہیں ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 9 فروری، صفحہ 11)

ماہی گیری

19 جنوری: سری لنکا کے مغربی ساحل پر گزشتہ چار دہائیوں سے ماہی گیروں کو اب اپنی کشتی مچھلی کے شکار سے بھرنا انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔ ایک 45 سالہ ماہی گیر کا کہنا ہے کہ عجیب بات ہے جہاں ہم دہائیوں سے شکار کررہے تھے وہاں اب بہت کم مچھلی بچی ہے۔ حد سے زیادہ مچھلی کا شکار اس کی وجہ ہے لیکن خود مچھلیوں کے لیے خوراک کی کمی اور سمندر کے درجہ حرارت میں اضافہ بھی اس کی وجہ ہوسکتی ہے۔ (دی نیوز، 20 جنوری، صفحہ 11)

VIII۔ ماحول

فضا

- آلودگی

1 جنوری: بھارت کے شہر دہلی میں فضائی آلودگی کو قابو کرنے کے لیے آزمائشی طور پر ایک ملین نجی گاڑیوں کو ہر ایک دن بعد سڑک پر آنے سے روکا گیا ہے۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) کے 2014 کے سروے کے مطابق دنیا کے 1,600 شہروں میں سے دہلی سب سے زیادہ آلودہ شہر ہے جہاں 8.5 ملین گاڑیاں سڑک پر چلتی ہیں۔ (ڈان، 2 جنوری، صفحہ 16)

12 فروری: امریکی دارالحکومت میں ہونے والی ایک سائنس کانفرنس میں ماہرین نے کہا ہے کہ فضائی آلودگی سے پوری دنیا میں ہر سال تقریباً 5.5 ملین ہلاکتیں ہوتی ہیں جن میں سے آدھی سے زیادہ اموات چین اور بھارت میں ہوتی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 13 فروری، صفحہ 6)

IX۔ موسمی تبدیلی

کاربن اخراج

15 فروری: اخباری اداریے کے مطابق اقوام متحدہ کے ادارے انٹرنیشنل سول ایوی ایشن آرگنائزیشن نے پہلی بار ہوائی جہازوں سے ہونے والے کاربن اخراج کو حد میں رکھنے کے لیے تجاویز دی ہیں جو ایک قابل تعریف عمل ہے باوجود اس کے کہ اس نے کئی عالمی ماحولیاتی گروہوں کو مایوس کیا ہے۔ نئے تجویز کردہ معیار کے مطابق ہوائی جہازوں کے ایندھن کے استعمال میں 2015 کی سطح سے چار فیصد کمی ہوگی۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 15 فروری، صفحہ 8، اداریہ)

عالمی حدت

14 فروری: برطانوی ماہر جنگلی حیات کیمیلا پارمیسان (Camille Parmesan) کا کہنا ہے کہ موسمی تبدیلی اور درجہ حرارت بڑھنے کی وجہ سے دنیا کے کئی جانور اور پرندے اپنی جگہوں سے منتقل ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ موسمی تبدیلیوں

کی وجہ سے پودے وقت سے پہلے پھول دے رہے ہیں جبکہ ہجرت کرنے والے (مائیگرنٹ) پرندے پچھلے سالوں کی نسبت جلد پہنچ رہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 15 فروری، صفحہ 13)

X۔ قدرتی بحران

زلزلہ

16 اپریل: جنوبی جاپان میں 7.0 میگنی ٹیوٹ کے زلزلے نے تباہی مچادی۔ مرنے والوں کی تعدا 41 تک جا پہنچی ہے جبکہ 1,000 افراد زخمی ہیں۔ زمین سرکنے اور مٹی کے تودے گرنے سے پہاڑی علاقے میں کئی لوگ زندہ دفن ہوگئے ہیں۔ (ڈان، 17 اپریل، صفحہ 14)

19 اپریل: ایک خبر کے مطابق ایکواڈور میں آنے والے 7.8 میگنی ٹیوٹ کے زلزلے سے 410 افراد ہلاک اور 2,000 زخمی ہوگئے ہیں۔ زلزلے کی وجہ سے عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا ہے اور کئی علاقوں میں بجلی کی فراہمی معطل ہوگئی ہے۔ زلزلے سے 4,000 سے 5,000 افرد بے گھر ہوگئے ہیں۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 20 اپریل، صفحہ 4)

خشک سالی

14 فروری: اقوام متحدہ کے ادارے ایف اے او نے خبردار کیا ہے کہ ال نینو (El Nino) کی وجہ سے افریقہ کے جنوب میں جاری شدید خشک سالی سے زراعت اور غذائی تحفظ پر شدید تباہ کن اثرات پڑ سکتے ہیں۔ زمبابوے، ملاوی، زیمبیا، ساؤتھ افریقہ، موزمبیق، بوٹسوانہ اور میڈغاسکر کے زیادہ تر علاقوں میں گزشتہ 35 سالوں میں اب تک کا خشک ترین موسم ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 15 فروری، صفحہ 13)

24 اپریل: بھارت میں 2014 اور 2015 میں بالترتیب 12 اور 14 فیصد بارشوں میں کمی نے اس سال موسم گرما میں تباہ کن اثر ڈالا ہے۔ اس خشک سالی نے ملک بھر میں سات ریاستوں بشمول مہاراشٹرا میں 330 ملین افراد کو متاثر کیا ہے۔ بھارت کے سینٹرل واٹر کمیشن (CWC) نے خبردار کیا ہے کہ ملک کے 91 بنیادی ذخائر میں پانی کی سطح خطرناک حد تک کم ہورہی ہے۔ تاہم بھارتی محکمہ موسمیات نے اس سال زیادہ بارشوں کی پیشنگوئی کی ہے۔ (آنند کمار، ڈان، 25

اپریل، صفحہ 5، بزنس اینڈ فنانس)

برف باری

23 جنوری: واشنگٹن، امریکہ کے میئر نے جاری برفانی طوفان جسے ذرائع ابلاغ نے سنوزلا (Snowzilla) کا نام دیا ہے، کی شدت سے شہریوں کو خبردار کیا ہے۔ دس امریکی ریاستوں میں ہنگامی حالت نافذ کر کے صورتحال سے نمٹنے کے لیے فوجی دستے طلب کر لیے گئے ہیں۔ پیشگی اقدامات کے باوجود شدید برفباری اور طوفان سے امریکہ بھر میں ایک درجن سے زائد اموات ہو چکی ہیں جبکہ دو لاکھ افراد بجلی کے بغیر رہنے پر مجبور ہیں۔ (ڈان، 24 جنوری، صفحہ 15)

طوفان

21 فروری: فی جی میں تیز طوفانی ہواؤں اور موسلادھار بارشوں (سپر سائیکلون) کی وجہ سے پانچ افراد ہلاک ہو گئے ہیں جبکہ برقی اور مواصلاتی نظام منقطع ہو گیا ہے۔ وزیر اعظم فرینک بینی ماراما (Frank Bainimarama) نے 30 دن کے لیے ملک میں ایمرجنسی کا اعلان کر دیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 فروری، صفحہ 6)

XI۔ مزاحمت

27 فروری: فرانس میں سالانہ کسان میلے کے موقع پر کسانوں کی ایک تنظیم (FNSEA) نے صدر فرینکس ہولانڈے کے سامنے شدید احتجاج کیا اور توڑ پھوڑ کی جس پر پانچ کسانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ تنظیم کے سیکریٹری جنرل کے مطابق کسان طبقہ اب تک کے بدترین بحران سے گزر رہا ہے۔ ہر سال 5,000 کسان اپنا پیشہ ترک کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شعبے کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ فرانس میں ڈیری اور گوشت کے شعبے سے وابستہ کسان روس کی جانب سے غذائی اشیاء کی درآمد پر پابندی کی وجہ سے قیمتوں میں ہونے والی کمی کی وجہ سے بحران کا شکار ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 28 فروری، صفحہ 11)

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کر سکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔